حضرت سیدنا
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
تالیف:
مولانا محمود الرشید حدوٹی
ناشر:
جامعہ رشیدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

- ایک ایسی کتاب جس میں قرآن کریم کی روشنی میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان اور منقبت بیان کی گئی ہے۔
- اسی طرح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل اور محاسن عمدہ پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں۔
- مفسرین کرام اور محدثین عظام اور ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے کام کرنے والے اکابرین اہلسنت والجماعت کی آراء بیان کی گئی ہیں۔

تالیف

حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب حفظہ اللہ

فاضل واستاذ جامعہ اشرفیہ لاہور، پرنسپل جامعہ رشیدیہ لاہور

ناشر

جامعہ رشیدیہ، غوث گارڈن نمبر ۲

جی ٹی روڈ، مناواں لاہور

0300-9458876 0321-9458876

حضرۃ مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب حفظہ اللہ

فاضل واستاذ جامعہ اشرفیہ لاہور، پرنسپل جامعہ رشیدیہ لاہور

مدیر اعلیٰ ماہنامہ آب حیات، لاہور
مدیر اعلیٰ ماہنامہ تحفۂ خواتین لاہور
امیر جمعیت تحفظ اسلام، پاکستان
مدیر اعلیٰ ماہنامہ صدائے جمعیت، لاہور
قومی ایوارڈ یافتہ

ضابطہ

نام کتاب -------- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
نام مصنف -------- مولانا محمود الرشید حدوٹی
اشاعت اول -------- مئی ۲۰۱۵ء

کمپوزنگ -------- فاروق اعظم
ناشر -------- جامعہ رشیدیہ، مناواں، لاہور
تعداد -------- 1000
قیمت -------- -/250 روپے
ملنے کے پتے -------- جامعہ رشیدیہ، غوث گارڈن نمبر 2، جی ٹی روڈ، مناواں، لاہور
جامعہ دار القرآن، مسجد فریدیہ، علیوٹ، مری

فہرست مضامین

قرآن اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان (۲۹)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
(احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں)(۹۴)

اپنی بات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحَمدُ للهِ الَّذِي جَعَلَ خَيرَ هٰذِهِ الأُمَّةِ أَبَا بَكرٍ الصِّدِّيق، وَرَفَعَ مَقَامَهُ عَلَى كُلِّ مَقَامٍ بِزِيَادَةِ اليَقِينِ وَالتَّصدِيقِ، شَيخُ الإِسلَامِ عَلَى التَّحقِيقِ، أَحمَدُهُ وَهو بِكُلِّ حَمدٍ خَلِيقٍ، وَاَشهَدُ أَن لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحدَهُ لَا شَرِيكَ لَه شَهَادَةً تَوَسَّعَ عَلَى قَائِلِهَا كُلَّ ضِيقٍ وَّأَشهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبدُهُ وَرَسُولُهُ النَّبِيُّ الرَّفِيقُ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى آلِهِ وَصَحبِهِ وَأَزوَاجِهِ وَذُرِّيَتِهِ أُولِي الرَّشَادِ وَالتَّوفِيقِ

اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے، جب کسی کام کے لیے اس کا وقت آتا ہے تو اللہ اس کے لیے اسباب اور وسائل خود ہی مہیا کر دیتے ہیں، وہ توفیق دیتے ہیں، دستگیری کرتے ہیں، راہ سجھاتے ہیں، راہنمائی کرتے ہیں، الجھنیں سلجھاتے ہیں، جس طرح کسی نابینا کو چلایا جاتا ہے، راستہ دکھایا جاتا ہے، اس کا ہاتھ تھاما جاتا ہے، پگڈنڈیوں سے اسے بچایا جاتا ہے، کسی ہجوم سے اسے بحفاظت گزارا جاتا ہے، پر ہجوم شاہراہ سے اسے بڑی حکمت کے ساتھ پار کیا جاتا ہے، بسا اوقات اس کی راہنمائی اور مدد کے لیے اسے گھر کی دہلیز تک پہنچایا جاتا ہے، بعض اوقات بر سر راہ اس کی طلب پر اس کے لیے خریداری بھی کرنا پڑتی ہے، بعض اوقات اس کے ہاتھ میں موجود تھیلا بھی اٹھانا پڑتا ہے۔

قدرت والے کی قدرت پر قربان جایئے کہ وہ اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر اپنے بندوں پر مہربانی کرتا ہے، رحم کرتا ہے، انہیں راہیں دکھاتا اور سجھاتا ہے، ان کی دستگیری کرتا ہے، انعامات واحسانات کی بارش کرتا ہے، کبھی طلب پر کبھی بے طلب ہی وہ دیتا ہے اور دیتا چلا جاتا ہے، وہ ہماری طلب سے آگاہ ہے، وہ ہماری ڈیمانڈ سے واقف ہے، وہ ہمارے درون خانہ کو بہت اچھی طرح جانتا ہے، وہ علیمٌ بذات الصدور ہے، وہ اشارۂ ابرو سے واقف ہے، حرکت دل سے واقف ہے، وہ شب دیجور کی کالی گھٹاؤں میں، سیاہ رنگ پتھر کی سطح پر رینگنے والی سیاہ رنگ چیونٹی کی نقل و حرکت اور منزل کی خبر رکھتا ہے، اسے کچھ بتانا اور دکھانا نہیں پڑتا، وہ خود ہی جانتا ہے، اس کا علم سب کو محیط ہے مگر کوئی اس کے علم و عرفان کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

بندۂ ناچیز کی زیر ادارت عرصہ پندرہ سال سے میگزین "آب حیات" شائع ہو رہا ہے، کبھی کبھی مجھے خیال

آتا ہے کہ مختلف الخیال حضرات کی تحریریں پیش کرنے کی بجائے ایک ہی قلم سے ایک ہی موضوع پر کچھ نہ کچھ لکھ کر احباب کے سامنے رکھ دوں ، اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کر دوں ، کسی طرف سے داد اور تحسین کے کلمات کی طلب کے بغیر ہی میرے دل و دماغ میں ابلاغِ دین کا یہ جذبہ کسی بپھرے ہوئے دریا کی طرح متلاطم رہتا ہے ، جوں جوں ایک شمارہ احباب کے مطالعہ کی نذر کرتا ہوں توں توں اگلے مرحلے میں کوئی اور موضوع دست بستہ عرض کر رہا ہوتا ہے کہ اب ہمیں بھی ماہ نامہ "آب حیات" کے زندہ صفحات پر جگہ دے دینا چاہیے ، پھر میری بے چین طبیعت اس وقت تک چین نہیں پاتی جب تک میں اس موضوع پر اپنی لائبریری کو کھنگال نہیں لیتا، میں اپنے مقصود اور مطلوب تک رسائی کے لیے راتیں گزار دیتا ہوں، دن کی مصروفیات قربان کر دیتا ہوں، احباب اور تعلق داروں سے ملاقاتیں چھوڑ دیتا ہوں، پھر قدرت والے کے آستانۂ عالیہ پر دستِ طلب دراز کر دیتا ہوں کہ مولا ! ہماری کیا مجال ہے کہ اس عظیم موضوع پر کچھ عرض کریں ، ہم تو تیری دستگیری اور راہنمائی کے بغیر اس میدان میں کچھ نہیں کر سکتے ،اس سوال پر قدرت والا مہربان ہو جاتا ہے ، اس فروتنی ، تہی دستی ، تہی دامنی پر وہ اپنی رحمت کے پھول برساتا ہے ، وہ اپنی رحمت کا مینہ برساتا ہے ، جس سے دل و دماغ کی بنجر زمین سیر اب ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ اوروں کے لیے پھل اور علمی سوغات کا انتظام کر دیتا ہے ، یہی وہ مرحلۂ جانفزا ہوتا ہے جب مشام جان میں فرحت وانبساط کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے ، جس سے اس کی بارگاہ عالی میں سجدہ ریزی اور جبہ سائی کا موقع مزید ہاتھ آتا ہے۔

ماہ نامہ "آب حیات" لاہور نے اپنے صحافتی سفر کے چودہ سال مکمل ہونے کے بعد پندرہویں سال میں قدم رکھا تو دل میں خیال آیا کہ اب اپنے قارئین کی خدمت میں بطور ہدیہ "صلاۃ وسلام" نمبر پیش کرنا چاہیے ، اس کے لیے اللہ نے ایک غیبی نظام حرکت میں لا کر دستگیری و یاوری کی ، تین ماہ میں مسلسل تین اشاعتیں پیش کی گئیں ، جن میں قرآنی آیت کی روشنی میں صلاۃ وسلام پر مفصل مضمون پیش کیا گیا ، احادیث کی روشنی میں ، محدثین و مفسرین کی آراء کو سامنے رکھ کر ایک سیر حاصل تحریر پیش کی گئی ، اس موضوع پر اکابرین امت نے جو گراں قدر تحریریں پیش کیں ان سے کماحقہ استفادہ کیا گیا ، پھر عقیدت و محبت کے مہکتے پھول اپنے قارئین کی آغوش مطالعہ میں منتقل کیے گئے۔

ان تین اشاعتوں کے بعد دل میں ایک خیال آیا کہ اب قرآن کریم کے بارے میں کچھ لکھا جائے اتنے

میں میرے پرانے دوست ، میرے ہم جماعت ، میرے ہم درس ، سیالکوٹ کے مشہورو معروف عالم دین ، جامعہ ابوہریرہ سیالکوٹ کے مدیر اعلیٰ ، مسجد امیر حمزہ کے متولی و نگران ، دارالعمل چشتیہ کے روح رواں ، کئی دینی کتابوں کے مصنف ، عملیات کے میدان کے شاہ سوار ، ماہ نامہ " آبِ حیات " کے معاونِ خاص اور مضمون نگار حضرت مولانا علامہ خلیل الرحمن راشدی مدظلہ العالی کا ایک دن فون آگیا کہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر کے بارے میں اس بار مضمون ارسال کروں گا ، اسے شامل اشاعت کر دینا ، ان کا یہ فرمانا ہی تھا کہ میرے ذہن میں فوراً یہ بات آگئی کہ یقیناً اگلا مہینہ جمادی الثانی کا ہو گا ، جس میں حضرت سیدنا صدیق اکبر کی وفات ہوئی۔

چنانچہ میں نے ان کی ہاں میں ہاں ملادی ، جس موضوع پر میں تقریباً پچاس صفحات لکھ چکا تھا ، اب چند صفحات کے بعد مجھے اپنا مضمون مکمل کرنا تھا ، میں نے اپنے اشہبِ تحریر کی سبک رفتاری کو لگام دے دی اوراس موضوع کو اگلے مرحلے تک موقوف کر دیا ، اب بنامِ خدا میں نے صدیقِ اکبر کے عنوان سے محنت شروع کر دی ، اب میگزین کو طبع کرنے میں دن بھی تھوڑے رہ گئے تھے ، کیونکہ ہمارا میگزین حکومت پاکستان کی وزارتِ اطلاعات و نشریات سے منظور شدہ ہے ، ہمیں حکومتی اصول وضابطے کی بھی پابندی کرنا پڑتی ہے ، ہمیں آئندہ ماہ کی یکم سے پہلے میگزین اپنے قارئین تک بہر صورت پہنچانا لازم ہوتا ہے ، ہم اپنے سارے کام موقوف کر سکتے ہیں ، شادیاں بیاہ موئخر و متاثر کر سکتے ہیں مگر میگزین میں تاخیر یہ ہمارے ضمیر و قلب دونوں پر بوجھ بن جاتا ہے۔

خیر میں نے از سر نو مضمون کی تمہید شروع کر دی ، مواد و میٹریل کے حصول کے لیے تگ و تاز میں مصروف ہوگیا ، عربی ، اردو کی تفاسیر پر ایک سرسری نگاہ ڈالتا گیا اور ہاتھ کی انگلیاں کی بورڈ پر گھماتا گیا ، پھر احادیث کے ذخیرے پر نگاہ پڑی تو احادیث صفحات پر منتقل ہوتی چلی گئیں ، ترجمہ میں پریشانی نہ پرابلم ، بس کیف ما اتفق عنوان دیتا چلا گیا اور مضمون لکھتا چلا گیا ، جب ایک میگزین کا مواد جمع کر لیا تو پھر ابتدا اسے میں نے مضمون کو دوبارہ دیکھنا شروع کر دیا کہ اب اسے قابل اشاعت بنا کر پریس کے حوالے کر دوں ، کیونکہ رسالے کے مضامین کی تکمیل کے بعد کم از کم ہمیں ایک ہفتہ مزید درکار ہوتا ہے ، جس میں میگزین کسی نئی نویلی دلہن کی طرح بناؤ سنگھار سے آراستہ کرنے کے بعد احباب کی خدمت میں پیش

کرنا ہوتا ہے۔ اگر ہم میگزین کو دلہن کی طرح آراستہ نہ کریں، اسے مہندی نہ لگائیں، اس کی مانگ میں سندور نہ بھریں، اس کے گیسو کی گرہیں نہ سلجھائیں تو اہل نظر کی نظر کیمیا اثر اس پر پڑتے ہی گزر جاتی ہے، پھر یہ کسی یتیم بچے کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر صاحبانِ ثروت کے علمی ذوق کا شکوہ کرتا نظر آتا ہے، اس لیے تقاضائے احباب ہے، تقاضائے اہل علم ہے، تقاضائے اہل ذوق ہے کہ جو چیز آنکھوں میں جچتی ہے وہ شوکیس اور الماری میں سجتی ہے، لائبریری کی زینت بنتی ہے، اہلِ ذوق کے دستِ سخاوت کو چھوتی ہے۔

میں نے اللہ کی مدد اور نصرت سے جب اس مضمون کو دوبارہ دیکھا اور قرآنی آیات پر ایک نظر دوبارہ ڈالی تو مضمون کے اندر سے مضمون، الفاظ کے اندر سے الفاظ، مواد کے اندر سے مواد امڈنا شروع ہو گیا، یوں لگ رہا تھا کہ اب قطرہ ہائے رحمت کے ساتھ ساتھ رحمت بھرے الفاظ کا بھی نزول شروع ہو گیا ہے، حالات وواقعات کے تقاضے کے مطابق میں نے پھر سے انگڑائی لینا شروع کر دی، میں پہلے والے مضمون کو موئخر در موئخر کرتا چلا گیا، جب آیات قرآنی پر مشتمل مضمون کا اختتام ہوا تو پتا چلا کہ احادیث والا حصہ تو اس اشاعت میں پیش کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے، اس لیے اسے اگلی اشاعت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں، یوں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں قرآنی آیات اور نبوی ارشادات پر مشتمل دو اشاعتیں ماہنامہ آب حیات کے دو شماروں میں پیش کی گئیں۔

آب حیات" پر چونکہ تاریخ بھی طبع ہوتی ہے، جس کو دیکھتے ہی قاری پکار اٹھتا ہے کہ یہ رسالہ پرانا ہے یا نیا ہے، نئے رسالے کو قاری ہاتھوں ہاتھ لے لیتا ہے جب کہ پرانی تاریخ کو دیکھتے ہی ذرا سر جھکاتا ہے، مسکراتا یا منہ بناتا ہے پھر چپکے سے گزر جاتا ہے، وہ اس کے اندر موجود مواد سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، جس سے مالی کو سخت صدمہ پہنچتا ہے کہ کس چاؤ سے میں نے اپنا باغیچہ تیار کیا، اس کی کیاریوں کو سنوارا، سجایا، مگر بدذوقی کی انتہاء کہ کسی نے ادھر نظر التفات ہی نہیں کی، اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ موضوع چونکہ سدا بہار ہے، اس رسالے کو دیکھ کر کئی خطباء نے اپنے منبر سے شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بیان کی، جو ہمارے لیے ایک بڑا اعزاز ہے، اس لیے اس کو کتابی شکل میں لانے کا فیصلہ کیا گیا، کیونکہ کتاب کی عمر رسالے کی عمر سے بہر حال زیادہ ہوتی ہے۔

بندہ ناچیز نے اس کتاب کی تیاری میں قریباً عربی اور اردو تمامی تفاسیر سے استفادہ کیا ہے، جہاں جس

مفسر نے اس موضوع سے متعلق کچھ نہ کچھ لکھا اس کو بدل وجان قبول کرتے ہوئے اس کی بات کو کسی نگینے کی طرح میں نے اپنی کتاب میں سجادیا ہے۔

آیات کے ذیل میں جس قدر نکات تھے وہ بھی میں نے اپنے باذوق قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعی کی ہے، عربی تفسیروں کی عبارات من وعن نقل کرتے ہوئے ان کا ترجمہ بھی پیش کیا ہے تاکہ پڑھنے والے احباب کو دقت اور پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اس کے ساتھ ساتھ ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے کام کرنے والے اکابرین کی تحریروں کو اس ضمن میں ضرور دیکھا گیا ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ وہ یہاں کس طرح استدلال کرتے ہیں اور باقی مفسرین کی بہ نسبت وہ یہاں کیا رائے رکھتے ہیں، یقیناً اس دوران مجھے خود بڑا لطف محسوس ہوا کہ واقعی ہر فن کے کچھ خاص لوگ ہوا کرتے ہیں، جو اپنے فن کے فنکار ہوتے ہیں، انھی لوگوں نے ان آیات کے ذیل میں خالی خانوں میں بہترین رنگ بھرے ہیں۔

بعض اہل ذوق نے دھوکہ باز، شاطروں، مذہبی بہروپیوں کی دسیسہ کاریوں اور ان کے مکرو دجل کے دبیز پردے چاک کیے ہیں، ہم نے ان کو بھی کتاب کا حصہ بنادیا ہے، آیات کے ذیل میں کچھ لوگوں نے اشکالات، مغالطات کی بھرمار کردی ہے، ان کا دنداں شکن جواب بھی ہماری اس کتاب کا طغرائے امتیاز ہے۔

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہماری نظر سے گزرا ہے، کتاب المناقب پر ہماری نگاہ پڑی ہے، ابواب المناقب کے بغیر تو ہماری کتاب بالکل ادھوری بلکہ کوری تھی، اگرچہ ہم نے من وعن، جہاں تہاں سے احادیث اٹھا کر کتاب میں سمونے کی کوشش بالکل نہیں کی، بلکہ اپنے موضوع سے متعلق جو مواد جس حدیث کی کتاب سے ملا ہم نے اسے بصد ادب واحترام اپنی کتاب میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں جن محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی توجیہات، توضیحات، تعبیرات پیش کی ہیں وہ بھی موقع اور محل کی مناسبت سے ہم نے اپنی اس کتاب میں پیش کردی ہیں، بعض روایات میں بظاہر تعارض دکھائی دے رہا تھا ہم نے محدثین رحمۃ اللہ علیہم کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں ان کے درمیان بھی تطبیق پیش کی ہے، جس سے کسی سطحی نگاہ والے قاری کو غلط فہمی سے بچایا جاسکتا ہے۔

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر لکھی جانے والی گراں قدر کتب سے اِستفادے کا موقع بھی ملا، جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے جن لوگوں نے کام کیا ان میں بڑے بڑے نام آتے ہیں، امامِ اہل سنت والجماعت امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فضائلِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ایک جامع کتاب لکھی ہے، جس کے حوالے جگہ جگہ میری اس کتاب میں موجود ہیں، ان حوالوں کے ہوتے ہوئے میں نے کسی دوسری کتاب کی طرف رجوع کرنے کی کوشش نہیں کی ہے، اس لیے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک مستند نام ہے۔

اسی طرح امام نسائی کی کتاب کے حوالے بھی میری اس کتاب میں موجود ہیں، جنہوں نے فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم کے عنوان سے ہی اپنی کتاب کو معنون کیا ہے، اگرچہ اس کتاب میں فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم پر ہی احادیث کا مجموعہ پیش کیا گیا ہے مگر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرز سے قدرے مختلف ہے، وہ ذخیرہ اپنی جگہ پہ معتبر ہے جب کہ یہ ذخیرہ اپنی جگہ پر بڑے کام کی چیز ہے، اسی طرح امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم کے عنوان سے ہی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بہترین مجموعہ پیش کیا ہے۔

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں حضرات خلفاء راشدین کے تذکرے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ مختصر مگر پر اثر انداز میں پیش کیا ہے، مگر حضرت سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل، مناقب اور سوانح پر ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام "الروض الانیق فی فضل الصدیق" ہے، ابو العباس محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے "الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ" لکھی ہے، جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب پر خوب خوب روشنی ڈالی ہے، ابو الحسن علاؤالدین حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفۃ الصدیق فی فضائل الصدیق" نامی کتاب مستقلاً شانِ صدیق اکبر پر تحریر کی ہے، اسی طرح " ابو بکر الصدیق اول الخلفاء راشدین" علامہ رضا نے تحریر کی ہے، "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عمدہ پیرائے میں ذکر فرمایا ہے، ان کے علاوہ علامہ محمد سعد رضی اللہ عنہ نے الطبقات الکبریٰ میں، علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے البدایہ والنھایہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خوبصورت انداز میں ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہماری اس کاوش کو بھی شرفِ قبولیت عطا فرمائے گا، اللہ ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے، اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اعلائے کلمۃ الحق

کے لیے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، دنیا میں دین کے ساتھ وابستہ رکھے اور آخری وقت میں ایمان والی موت نصیب فرمائے، خاتمہ بالخیر فرمائے، اللہ ہماری ساری نیک عملیوں کو قبول فرمائے، کوتاہیوں سے صرف نظر فرمائے، آمین بحرمۃ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

(خادم اسلام)

محمود الرشید حدوٹی (اللہ اسے معاف کردے)

خادم جامعہ رشیدیہ، غوث گارڈن ②، جی ٹی روڈ، مناواں لاہور

۱۶۔اپریل ۲۰۱۵، بروز جمعرات، رات ساڑھے گیارہ بجے

ماہ نامہ آب حیات لاہور کا

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ" نمبر

اور اہل علم علمائے کرام کے تاثرات و فرمودات عالیہ

الحمد للہ ثم الحمد للہ ،ماہ نامہ آب حیات لاہور اپنی شاندار روایات کے مطابق اپنے علمی اور قلمی جہاد میں مصروف عمل ہے ،وقت اور حالات کے تقاضے کے مطابق اس کی تحریروں سے اہلِ علم و فضل نہ صرف مستفید و مستنیر ہو رہے ہیں بلکہ وہ اس عظیم الشان کام کی کھل کر داد و تحسین بھی کر رہے ہیں،اس سے ہماری حوصلہ افزائی ہوتی ہے، ہمیں آگے بڑھنے کا حوصلہ ملتا ہے،اس سے حوصلہ افزائی کرنے والوں کی دین کے ساتھ بے پناہ محبت آشکارا ہوتی ہے کہ وہ اس دور میں ہمارے کام کی سرپرستی فرما رہے ہیں جب کہ دین اور دین والوں کے لیے راستے بند کرنے، ان کے وسائل اور ذرائع کی جڑ کاٹنے کے منصوبے بنائے اور پروان چڑھائے جا رہے ہوں۔

دین والوں پر مختلف حیلوں اور بہانوں سے حملے کیے جا رہے ہوں،دین داروں کے ساتھ تعلق رکھنے والوں کی چھان بین کا سلسلہ شروع کرنے کی دھمکیاں دی جا رہی ہوں،دینی اداروں کے فنڈ بند کرنے اور ان کے سورس ختم کرنے کی سازشیں تیار کی جا رہی ہوں،دین ولواں کو بدنام کرنے کی مکاریاں کی جا رہی ہوں، دینی رسائل اور جرائد کا گلا گھونٹنے کی کوششیں کی جا رہی ہوں، ان کو مختلف حیلوں اور بہانوں سے دیوار کے ساتھ لگانے کے حربے کیے جا رہے ہوں، ایسے میں ملک بھر میں آب حیات کے مشن کو تحسین کی نگاہ سے دیکھنے والے یقینا ہمارے کرم فرما اور محسن ہیں۔

ماہ نامہ آب حیات لاہور نے صلاۃ وسلام کے عنوان سے تین حصے پیش کیے،یقیناً یہ ہماری سعادت ہے، اس پر جن اہل علم و قلم نے ہماری حوصلہ افزائی کی وہ بھی سعادت مند ہیں، دینی رسائل نے تبصرے کیے ،روزنامہ اسلام نے کھل کر شاباش دی،اس پر میں ان سب کا فرداً فرداً شکریہ ادا کر چکا ہوں،اب دوبارہ" آب حیات" کے توسط سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں،اللہ انہیں اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے،کئی رسائل اور جرائد نے روایتی سسٹم کو پروان چڑھاتے ہوئے تبصروں سے اعراض کیا،اللہ انہیں بھی جزائے خیر عطا فرمائے،اللہ انہیں بھی مزید ہمت اور توفیق دے کہ وہ دینی کام بڑھ چڑھ کر کرتے رہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر پر تاثرات و تبصرے

اپریل میں "صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر" شائع ہو کر جوں ہی اہلِ علم و قلم کی دہلیز تک پہنچا تو احباب نے پہلے سے زیادہ خوشی کا اظہار کیا، ان میں کچھ نام میرے ذہن میں آرہے ہیں، ان میں مولانا عبد القیوم حقانی صاحب مولانا محمد احمد حافظ صاحب، حافظ عثمان ریاست صاحب، مولانا مفتی محسن حیات حدوٹی صاحب، مولانا قاری عبد الواجد عباسی صاحب، مولانا خلیل الرحمن راشدی صاحب، جناب مختار احمد فارانی صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، جناب حافظ اکرام الحق چوہدری صاحب، جناب محمد سعد صاحب، جناب محمد ضیافت عباسی صاحب جناب محمد رفاقت صاحب، جناب مسعود اختر صاحب کے اسمائے گرامی شامل ہیں، ان میں سے کئی حضرات نے رسالہ مستقل لگوانے کے لیے برکت بھی روانہ کی ہے، اللہ ان سب کو جزائے خیر دے، اوران سب کو اپنے دین کے ساتھ وابستہ رکھے۔

مولانا قاری عبد الواجد عباسی صاحب

خطیب اعظم جامع الشمیری بھوربن مری

جناب مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب اللہ آپ کو جزائے خیر دے، آپ نے ماہ نامہ آب حیات میں صدیق اکبر نمبر رضی اللہ عنہ شائع کر کے اہلِ اسلام کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کیا ہے، ماشاء اللہ بہت خوب صورت اور عمدہ میگزین ہے، جامع مسجد سعید الشمیری میں اس کا اعلان بھی کیا جائے گا۔ میری ایک شکایت ہے کہ آپ نے میگزین پچیس روپے سے پچاس کیوں کیا ہے؟ اہل ثروت حضرات اس اہم مضمون جیسے مضمون کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کے لیے دل کھول کر تعاون کریں تو یہ کام بآسانی ہو سکتا ہے۔

مولانا عبد القیوم حقانی صاحب

رئیس جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ

حدوٹی صاحب آج کی ڈاک سے ماہ نامہ آب حیات کا تازہ شمارہ ملا ہے، دیکھ کر دلی مسرت ہوئی ماشاء اللہ

اپنی سابقہ شاندار روایات کے مطابق آب حیات نے اس بار بھی کمال کر دیا ہے، دل باغ باغ ہو گیا ہے، ظاہری اور معنوی خوبیوں سے مزین ہے، ہم فقیروں کا آپ نے اس میگزین میں شکریہ ادا کیا، بھلا ہماری کیا حیثیت ، مگر پھر بھی اللہ آپ کو جزائے خیر دے، یہ آپ کا بڑا پن ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ترقیاں دے، علمی عملی میدان میں کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے، انشاء اللہ ماہنامہ القاسم میں اس پر شاندار تبصرہ بھی ہو گا۔

حافظ عثمان ریاست صاحب

نمائندہ خصوصی آب حیات بورے والا

جناب مولانا حدوٹی صاحب جزاکم اللہ، آپ نے تو دل ہی خوش کر دیا ہے، پہلے نمبروں کی طرح اس بار بھی ماہ نامہ آب حیات میں آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر شائع فرما کر ایک اور کارنامہ سر انجام دیا ہے، میں نے جن جن احباب کو دکھایا سب نے خوشی اور مسرت کا اظہار کیا ہے، سب ساتھیوں اور دوستوں نے پسند کیا ہے ، انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ آب حیات کو بورے والا کا مقبول ترین میگزین بناؤں۔

مولانا حافظ خلیل الرحمن راشدی صاحب

رئیس جامعہ ابوہریرہ سیالکوٹ

حضرت حدوٹی صاحب ماشاء اللہ میں نے تین بار ماہ نامہ آب حیات کا اداریہ پڑھا ہے، آپ نے بڑا احسان کیا کہ اپنا منتخب موضوع چھوڑ کر فقیر کے معمولی سے اشارے پر آپ نے اپنا پورا مضمون اسی حوالے سے پیش کیا ہے، ماشاء اللہ بہت ہی خوب کاوش ہے، بہت ہی عمدہ دلائل اور براہین سے آپ نے میگزین کو سجایا ہے، اس سے انشاء اللہ حلقۂ قارئین میں کمی نہیں آئے گی بلکہ اضافہ ہی ہو گا، انشاء اللہ لاہور آمد پر ملاقات کروں گا۔

مولانا مفتی محسن حیات حدوٹی صاحب

استاذ اقرأ اکیڈمی راولپنڈی

حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب کی تربیت حضرتِ اقدس مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمی ؒ

نوراللہ مرقدہ کے مکتبِ علم و عرفان میں ہوئی، امیر عزیمت شہید کے ساتھ بھی اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملا، اسی لیے ان میں اپنے اسلاف کی روح کام دکھانے لگتی ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر اس پر شاہد عدل ہے، ماہ نامہ آب حیات نے اس سے پہلے بھی ماشاء اللہ دینی صحافت کے میدان میں اپنی عظمت اور رفعت کے علم بلند کیے ہیں ،اب بھی ماشاء اللہ وہ سباق الاقدام دکھائی دے رہا ہے، دنیادار اخبارات و جرائد جمادی الثانی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حالات وواقعات پر تحریریں پیش کرتے ہیں، دینی رسائل اور جرائد کو بھی اس طرف توجہ دینی چاہیے، مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب ماشاء اللہ ان رسائل اور جرائد کو راہ دکھا چکے ہیں، اللہ ماہ نامہ آب حیات کی اس تازہ کاوش کو قبول فرمائے، مولانا حدوٹی کی خدمات کو اپنی عالی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

مولانا محمد احمد حافظ صاحب

مدیر میگزین سیکشن روزنامہ اسلام کراچی

۱۱/ اپریل ۲۰۱۵ کے روزنامہ "اسلام "کے میگزین میں حضرت مولانا محمد احمد حافظ صاحب نے تحریر فرمایا: ماہ نامہ آب حیات کے اس سے قبل پے در پے غالباً تین خاص نمبر آچکے ہیں، جو سیرت سے متعلق تھے، اب یہ خاص نمبر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت و سوانح اور آپ کے کردار و خدمات کے حوالے سے ہے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اول المسلمین، پہلے خلیفہ بلافصل، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر و حضر کے ساتھی اور آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ وہ ذات گرامی ہیں جن کے بارے میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمام لوگوں کے احسانات کا بدلہ چکا دیا، مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسانات کا بدلہ باقی ہے۔

۲۲ جمادی الثانی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے، اس موقع پر اخبارات اور رسائل و جرائد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت گرامی کے حوالے سے خصوصی مضامین شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، ماہ نامہ "آب حیات "کے مدیران نے بھی ایک خاص نمبر کا اہتمام کیا ہے، تقریباً سو صفحات کے اس نمبر میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سوانح کو نہایت محبت، عقیدت اور وارفتگی کے ساتھ جمع کیا گیا ہے، اہل عشق کے لیے خاصے کی چیز ہے، علماء کرام کو ضرور اس سے التفات برتنا چاہیے۔

حافظ محمد سعد صاحب

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور و خطیب اڈہ سہال راولپنڈی

استاذِ مکرم حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی صاحب کو اللہ اپنی عالی بار گاہ سے جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے ماہ نامہ آب حیات میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر شائع فرما کر طالبان علوم نبویہ پر احسان کیا ہے ،جامعہ اشرفیہ میں تعلیمی سال کا اختتام ہے، مطالعہ اور تکرار سے ذرا فرصت نہیں ملتی، مگر آب حیات کا تازہ شمارہ ہاتھ میں لگتے ہی اسے جستہ جستہ دیکھا اوردل مسرت سے جھوم اٹھا،ماشاء اللہ مکمل میگزین میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان کو قرآنی آیات اور مفسرین کے ارشادات سے مزین کیا گیا ہے ،اللہ تعالیٰ حضرت استاذ مکرم کی خدمات عالیہ کو اپنی بار گاہ میں قبول فرمائے اوراستاذ محترم کے علم و عمل میں بر کت دے

محمد ضیافت عباسی صاحب

شریک دورۂ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور

استاذ جی مولانا حدوٹی صاحب الحمدللہ ماہ نامہ آب حیات لاہور کا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر پڑھنے کا موقع ملا، آپ نے اس میں بہت ہی جامع مواد پیش کیا ہے، جس سے خاطر خواہ استفادے کا موقع ملا،یوں تو "آب حیات "عوام وخواص کا پسندیدہ میگزین ہے، یہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل اورآپ کے اخلاص کی بدولت ممکن ہوا اوراس مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نمبر شائع کر کے آپ نے طالبان علومہ اسلامیہ پر احسان کیا ہے، اللہ تعالیٰ آب حیات کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

عبد المنان عباسی صاحب

شریک دورۂ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور

ماشاءاللہ ماہ نامہ " آب حیات "کا خصوصی شمارہ پڑھنے کا موقع ملا، پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا، آپ نے بہت ہی محنت اور محبت کے ساتھ مواد کو کسی لڑی کی طرح پرو یا ہے، دلائل وبراہین کے انبار لگادیے ہیں ، جو مخالفین کے لیے اتمام حجت ہے، آپ لائق صد تحسین اور آفرین ہیں، جنہوں نے شبانہ روز مساعی دین کی

اشاعت وترویج میں وقف کرر کھی ہیں ، ماہ نامہ آب حیات کا ماضی توشاندار رہے ہی، اس نے حال ہی میں جو گراں قدر خصوصی اشاعتیں پیش کی ہیں وہ بھی یادگار رہیں گی ، آب حیات کی گراں قدر قلمی خدمات ناقابل فراموش ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی بارگاہ سے اپنی شایان شان عطا فرمائے۔

محمد مختار احمد فارانی صاحب

ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان

محترم ومکرم جناب مولوی محمود الرشید حدوٹی صاحب زاد اللہ قدرہ

السلام علیکم ، آپ کے مرسلہ آب حیات کے تینوں شمارے صلاۃ وسلام نمبر مجھے ملے اوران کے ساتھ حضرت سیدنا صدیق اکبر نمبر نے بے پایاں مسرت سے ہمکنار کیا۔

میری نظر میں یہ آقائے دوجہاں حضور سید المرسلین ،خاتم النبیین ،راحۃ للعاشقین ، مراد المشتاقین ، سراج السالکین ،رحمۃ للعالمین ،رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نذرانہ عقیدت ہے ، محبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوب کر جس محنت شاقہ سے اسے مرتب کیا گیا ہے، قابل صد ستائش ہے۔

مدینہ کے پر آشوب دور میں جب پیغمبر اسلام ،رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا اوراطراف مدینہ کے چند قبائل دین اسلام سے پھر چکے تھے ،دشمنان اسلام مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کی تیاریاں مکمل کر چکے تھے ،اسلامی لشکر کو حضرت اسامہ کی سرکردگی میں رومیوں کے مقابلہ پر خودرسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرض وفات میں روانگی کا حکم فرما چکے تھے ، سیاسی حالات کی سنگینی نے صحابہ کرام کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ لشکر واپس بلالیا جائے۔

لیکن وہ عشق ہی تو تھا جس نے سب سے برعکس پکار کر کہا "قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ابو قحافہ کے بیٹے (ابو بکر) سے ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ اس لشکر کو پیچھے لوٹائے، جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے بھیجا ہے ،خواہ کتے ہماری ٹانگیں کھینچ لے جائیں ، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا لشکر میں واپس نہیں بلا سکتا اوراپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا باندھا ہوا پرچم کھول نہیں سکتا۔ عشق کا فیصلہ عقل کے فیصلہ سے متصادم تھا، لیکن دنیا نے دیکھا جب عشق کا فیصلہ نافذ ہو گیا تو ساری سازشیں خود بخود دم توڑ گئیں۔

آج جب میں یہ سطور لکھ رہا ہوں امتِ مسلمہ یوم صدیق اکبر منا رہی ہے، پاکستان آج ایک موڑ پر آ کے کھڑا ہے، یہ ایسا وقت ہے، اس کا ایک لمحہ صدیوں کے برابر ہوتا ہے، اس کی ایک لغزش پوری قوم کو غرق کر دیتی ہے۔ یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ ہم دور شد

آج ہمارے دشمنوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک اتحاد، ایک کروسیڈ کا اعلان کر رکھا ہے، اب مغرب کا سارے کا سارا زور اس بات پر لگ رہا ہے کہ ہماری پہچان امت رسول ﷺ کے حوالے سے نہ ہو، ہم میں احساس ملی اور خوئے امت نہ رہے، ہمارا تعارف، ہماری نسبتیں بدل جائیں۔

عشق رسول اکرم ﷺ اگر پورے طور پر دل میں جاگزیں ہو تو اتباع رسول اکرم ﷺ کا ظہور ناگزیر بن جاتا ہے، احکام الٰہی کی تعمیل اور سیرت النبی ﷺ کی پیروی عاشق کے رگ و ریشہ میں سما جاتی ہے۔ آج عشق کی لو مزید مدہم ہوتی جا رہی ہے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے

مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

ایسے وقت میں آب حیات کی جدوجہد میں شامل ہونا ہماری اولین ترجیح ہونی چاہیے۔

مولانا مفتی نادر خان صاحب

رئیس جامعہ اسلامیہ لورہ ضلع ایبٹ آباد

حضرت ماشاء اللہ، ایک جنازے پر حاضری کے دوران میں نے مولانا حافظ غلام جیلانی صاحب سے آب حیات کی آمد سے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آب حیات کا تازہ شمارہ آچکا ہے، مجھے اس بار رسالہ لیٹ ملا ہے، مگر جس وقت سے ملا ہے اس وقت سے کئی بار میں اس کو دیکھ چکا ہوں، میں نے جمعہ کا بیان اسی موضوع پر کیا ہے، انشاء اللہ آئندہ جمعہ بھی اسی موضوع پر پڑھاؤں گا، ماشاء اللہ آپ نے اس بار بھی کمال کر دیا ہے، رسالے میں قرآنی آیات کے ذیل میں جو مباحث آپ نے چھیڑے ہیں یقیناً ان کو دیکھ کر دلی سکون ملتا ہے، بہت ہی مفید اور کارآمد رسالہ ہے، خدا شاہد ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر کا ذکر آتا ہے تو میری دلی کیفیات تبدیل ہو جاتی ہیں، مجھے روحانی فرحت ملتی ہے، انبساط حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو درازی عمر کے ساتھ علم و عمل میں برکتوں سے مالا مال فرمائے۔

مولانا محمد الیاس فاروقی صاحب

رئیس جامعہ اشرفیہ سرگودھا

ماشاء اللہ ماہ نامہ آب حیات لاہور پابندی سے مل رہا ہے، اس کی شاندار اور جاندار تحریروں کے مطالعے سے ایمان وایقان کو جلا ملتی ہے، اس کی تحریروں میں بڑی جان ہوتی ہے، مفصل اور مدلل مضامین ماہ نامہ آب حیات کا طغرائے امتیاز ہے، ماہ نامہ آب حیات نے ہر دور میں کلمہ حق لکھا ہے، اسلام کی سربلندی کے لیے اس کا مشن بہت ہی عالی شان ہے، اللہ تعالیٰ رسالہ کی انتظامیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے، رسالہ کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔

مولانا قاری ذکاء الرحمن اختر قادری صاحبؒ

بانی جامعہ نورالہدیٰ لاہور

ماشاء اللہ ماہ نامہ آب حیات لاہور اور آپ کی تحریری کاوشیں بہت عمدہ کام ہے، اہل علم وفضل کے لیے آپ کے رسالے میں موجود مواد بہت ہی عمدہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی علمی اور قلمی کاوشوں کو اپنی عالی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ العالی

رئیس جامعہ ابوہریرہ نوشہرہ، مصنف کتب کثیرہ

برادر گرامی قدر حضرت مولانا محمود الرشید حدوٹی کثر اللہ امثالھم ان چیدہ وچنیدہ شخصیات میں سے ہیں جن کے کام کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور دل کو تسکین ملتی ہے، سستی، بے ہمتی اور کام سے جی چرانے کی اس مسموم فضاء میں مولانا محمود الرشید حدوٹی تین ماہ نامے نکال رہے ہیں، ماہ نامہ آب حیات، ماہ نامہ صدائے جمعیت اور ماہ نامہ تحفہ خواتین حالانکہ ایک ماہ نامہ نکالنا بھی پتے کو پانی کر دیتا ہے، اس کے علاوہ وہ مختلف اخبارات میں وقت کے چبھتے ہوئے موضوعات پر علمی، ادبی اور فکری مضامین لکھتے ہیں، جو نہایت دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں۔

ماہ نامہ آب حیات میں ان کی کوشش ہوتی ہے کہ مختلف الخیال حضرات کے منتشر اور بکھرے ہوئے مضامین کے بجائے ایک ہی قلم سے ایک ہی موضوع پر تحریر لکھ کر قارئین کے سامنے پیش کر دی جائے، زیر تبصرہ کتاب صدیق اکبر بھی دراصل ماہ نامہ آب حیات کا خصوصی شمارہ ہے۔

یار غار و مزار، محرم اسرار، جان نثار و وفادار سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح اور شخصیت پر اکابرین امت نے بے شمار کتابیں لکھی ہیں، مگر درج ذیل خصوصیات کی بناء پر مولانا محمود الرشید حدوٹی کی کتاب "صدیق اکبر" ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں موصوف نے قریباً ساری اردو اور عربی تفاسیر کو سامنے رکھا، جہاں جس مفسر نے شان صدیق اکبر پر کچھ لکھا اس کو مولانا نے نگینے کی طرح اپنی کتاب میں سجا دیا ہے، اس سلسلے میں اہل علم کے ذوق کی خاطر عربی عبارات نقل کرتے ہوئے عوام کی آسانی کے لیے ان کا اردو ترجمہ بھی کر دیا ہے، بعض اہل تحقیق نے دھوکہ بازوں، شاطروں اور مذہبی بہروپیوں کی دسیسہ کاریوں، مکر و دجل اور مغالطات کے دبیز پردوں کو چاک کیا ہے، اس کو بھی مصنف نے اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے۔

محدثین کی کتابوں میں ابواب الفضائل اور کتاب المناقب تو ان کے خصوصی مراجع تھے، ساتھ ساتھ علامہ جلال الدین سیوطی کی الروض الانیق فی فضل الصدیق، ابو العباس محب الدین طبری کی الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ، ابو الحسن علاؤالدین حنفی کی تحفۃ الصدیق فی فضائل الصدیق اور علامہ رضا کی ابو بکر الصدیق اول الخلفاء الراشدین سے خوب استفادہ کیا ہے۔

مطالعہ کی وسعت، معلومات کی کثرت، اسلوب کی ندرت، پیرایہ اظہار کی جدت نے اس کتاب کو ادب کا عظیم شاہکار اور عقیدت کا بے مثال مینار بنا دیا ہے۔

کتاب ہاتھ لگی، تب رکھی جب مطالعہ بھی مکمل کر لیا اور تبصرہ بھی لکھ دیا اور ایک بار پھر پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ کاغذ بہتر، طباعت عمدہ اور سرورق جاذب نظر ہے، صفحات کی تعداد ایک سو چھتر (۱۷۶)

(یہ تبصرہ مولانا عبد القیوم حقانی صاحب کی زیر ادارت شائع ہونے والے ماہ نامہ القاسم سے لیا گیا)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قرآن اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شان اور مرتبہ عطا فرما رکھا تھا، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار اور صحابی ہی نہیں تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بااعتماد، غمخوار اور دلدار بھی تھے، اہل علم و فضل کا کہنا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قبول اسلام کے بعد جب سے دامنِ رسول کے ساتھ وابستہ ہوئے تادم آخریں وواپسیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نبھایا، وفاداری کا نمونہ بن گئے، جانثاری کی مثال بن گئے، وفا کی انتہاء کر دی، مال لٹانے پر آئے تو سارا مال لٹا دیا، مظالم کے سامنے کھڑے ہوئے تو ثابت قدمی کی تاریخ رقم کر دی۔ قرآن اور حدیث کے ذخیرے میں آپ رضی اللہ عنہ کی عالی شان کا تذکرہ ملتا ہے۔

قرآن کریم میں واقعہ ہجرت کا ذکر ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا پیارا دیس مکہ چھوڑ رہے تھے، وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جنہوں نے مسفلہ کی گلی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لیا، رات کی تاریکی میں غار ثور جا پہنچے، قرآن کریم نے اس واقعہ کی جھلک یوں بیان کی ہے

ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لا تَحْزَنْ
إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ [التوبة: ۴۰]

(اس وقت) دو (ہی شخص تھے جن) میں (ایک ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے) دوسرے (خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "تاریخ الخلفاء" میں لکھتے ہیں کہ

أَجمَعَ المُسلِمُونَ على أَنَّ الصَّاحِبَ المَذكُور أَبُو بَكرٍ

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، جس پر احادیث و آثار بھی شاہد ہیں۔

واقعہ ہجرت اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن ٹھیک دو پہر کو ہم اپنے گھر بیٹھے تھے۔ کسی نے کہا۔ دیکھو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا منہ چھپائے ہمارے ہاں آرہے ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو اس وقت تشریف لائے ہیں ضرور کوئی اہم معاملہ ہے اتنے میں آپ آ پہنچے۔ اندر آنے کی اجازت چاہی۔ اجازت دی گئی وہ اندر داخل ہوئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا، دوسروں کو یہاں سے نکال دو۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔

یا رسول اللہ! یہاں آپ کے گھر کے لوگ ہی تو ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے ، مجھے بھی ساتھ لے جائیں گے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دو اونٹنیوں میں سے ایک آپ لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا: قیمتاً لوں گا، چنانچہ میں نے جلدی سے ان دونوں کا سامان تیار کیا۔ توشہ ایک چمڑے کے تھیلے میں رکھا۔ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اپنا کمر بند پھاڑ کر تھیلے کا منہ باندھ دیا۔ اس دن سے ان کا نام ذوالنطاق یا ذالنطاقین پڑ گیا۔ پھر آپ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ثور پہاڑ کی غار میں چلے گئے اور تین راتیں وہیں چھپے رہے۔ عبد اللہ بن ابو بکر جو ایک ہوشیار اور نوجوان آدمی تھے رات ان کے ہاں گزارتے اور منہ اندھیرے مکہ قریش کے ہاں آ جاتے جیسے رات مکہ میں گزاری ہو۔ اور دن بھر قریش کی ان دونوں کو نقصان پہنچانے والی باتیں سنتے اور رات کے اندھیرے میں وہاں جا کر انہیں بتلا دیتے۔ اور عامر بن فہیرہ جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام تھے گلہ سے ایک دودھ دینے والی بکری روک کے رکھتے۔ جب رات کی ایک گھڑی گزر جاتی تو وہ اس بکری کو غار میں لے آتے تو دونوں صاحب تازہ اور گرم دودھ پی کر رات بسر کرتے اور منہ اندھیرے ہی بکریوں کو آواز دینا شروع کر دیتے۔ وہ تین راتیں ایسا ہی کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنی وائل کے ایک شخص (عبد اللہ بن اریقط) کو اجرت پر راستہ بتلانے والا خریت مقرر کیا تھا۔ اگرچہ یہ کافر ہی تھا تاہم دونوں صاحبوں نے اس پر اعتماد کیا اور مکہ سے نکلتے وقت اپنی اونٹنیاں اس کے حوالہ کر کے کہا تھا کہ تین رات کے بعد وہ اونٹنیاں لے کر غار ثور پر آ جائے۔ چنانچہ وہ تین راتیں گزارنے کے بعد صبح اونٹنیاں لے کر آ گیا۔ عامر بن فہیرہ بھی ساتھ ہی روانہ ہوئے اور راہ بتانے والے نے ساحل کا راستہ اختیار کیا۔ (تیسیر القرآن)

سراقہ بن مالک کا تعاقب

سراقہ بن مالک بن جعشم کو اپنے بھتیجے عبدالرحمن بن مالک سے خبر ملی کہ قریش نے ان دونوں صاحبوں میں سے ہر ایک کے قتل یا گرفتار کرنے پر سو اونٹ (انعام) کا وعدہ کیا ہے۔ ایک دن میری ہی قوم (بنی مدلج) کے ایک آدمی نے مجھے کہا: سراقہ! میں نے ابھی چند آدمی دیکھے جو ساحل کے رستہ سے جارہے تھے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھی ہیں۔ سراقہ کہتے ہیں میں سمجھ تو گیا مگر بظاہر یہی کہا کہ وہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھی نہیں بلکہ فلاں فلاں ہوں گے جو اپنی کسی گم شدہ چیز کی تلاش میں گئے ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے چوری چھپے اپنا برچھا سنبھالا اور اپنا گھوڑا ان کے تعاقب میں سرپٹ دوڑایا۔ جب میں آپ کے قریب پہنچ گیا تو گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور میں گر پڑا۔ میں نے تیروں سے فال نکالی جو میرے ارادہ کے خلاف نکلی مگر انعام کے لالچ میں پھر گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑایا تو میرے گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے اور میں گر پڑا۔ میں نے پھر فال نکالی وہ بھی میرے ارادہ کے خلاف نکلی۔

آخر میں نے آپ کو امان کے لیے آواز دی کیونکہ میں سمجھ گیا تھا کہ عنقریب آپ کا بول بالا ہوگا۔ پھر میں نے انہیں قریش کی سب خبریں بتلا دیں اور دیت والی خبر بھی بیان کی اور توشہ یا سامان کی پیشکش کی جو انہوں نے قبول نہ کی۔ البتہ آپ نے مجھے اتنا کہا کہ ہمارے حالات کسی کو نہ بتلانا۔ پھر میں نے امان کی تحریر کا مطالبہ کیا۔ آپ نے عامر بن فہیرہ کو تحریر لکھنے کو کہا تو اس نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر مجھے تحریر لکھ دی اور آگے روانہ ہو گئے۔ (تفسیر تیسیر القرآن)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت میں {فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ} سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سکینہ نازل کرنا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تو برابر سکینہ موجود تھا۔

☆☆☆

صدیق پر اعتماد

☆ اس آیت مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ کس قدر محبت تھی؟ کہ اس نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنے ایک اور محبوب بندے رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔

☆ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایمان میں پکے اور اسلام میں سچے تھے، ورنہ اللہ تعالیٰ اس مشکل وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیق اکبر کے ساتھ نکلنے سے روک دیتا۔

☆ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت اور عشق پر یقین کامل نہ ہوتا تو کبھی بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس سفر میں ساتھ لے کر نہ نکلتے۔

☆ اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی جان اور اپنے مال کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرنے کے لیے راضی نہ ہوتے تو وہ خود بھی اس مشکل گھڑی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جاتے، اپنے کو معرض ہلاکت میں نہ ڈالتے ،کسی طرح کوئی حیلہ بہانہ کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر پر جانے سے اپنے کو بچا لیتے۔

☆ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے گھر سے غار ثور تک، غار ثور سے مدینہ شریف تک جس طرح رازداری، ایمانداری کا مظاہرہ کیا، اللہ کی امانت کی حفاظت کی اس سے صاف پتا چلتا ہے کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعلیٰ درجے کا عشق تھا۔

☆ اللہ کو اپنے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ معیت اور دوستی اس قدر پسند آئی کہ اس کا ذکر اللہ نے قرآن کریم میں کر دیا، جو قیامت کی صبح تک ایک یادگار رہے گا، جو ماننے والوں کے لیے قابل رشک اور نہ ماننے والوں کے لیے باعث حسد و بغض رہے گا۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیق اکبر کی دوستی اور سچی محبت پر اس قدر یقین تھا کہ عالم خوف میں تسلی دی کہ اللہ جس طرح میرے (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ساتھ ہے اسی طرح اللہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھی ساتھ ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اللہ معنا میں جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ اپنے پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا محافظ اور نگہبان ہے اسی طرح ابو بکر صدیق کا بھی محافظ اور پاسبان ہے۔

☆ اللہ نے ثانی اثنین (یعنی دو میں سے دوسرا) فرما کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دینی منصبوں کی دیکھ بھال کرنے والا دوسرا شخص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔

☆ اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ لفظ منسوب کیا 'لصاحبہ "یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی کو فرما رہے تھے، یہاں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کو ثابت کیا جارہا ہے، اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیت قرآن کریم سے ثابت ہے، جو اس کا انکار کرے گا وہ قرآنی آیت کا انکار کرے گا، جو قرآنی آیت کا انکار کرے گا وہ قرآنی آیت اتارنے والے اللہ کا انکار کرے گا اور جو اللہ کا انکار کرے گا وہ کافر ہے اور کافر کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے سکینہ کے نزول کا ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اللہ کا بڑا فضل ہے، کیونکہ وہ تسلی جن پر اتارتا ہے وہ مستحق فضل ہوتے ہیں۔

☆ ان فضائل کا انکار کرنے والے خود سوچ لیں کہ وہ کس قدر بد بختی اور کور بختی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مدح سرائی کرے مگر دشمنانِ صحابہ ان کے نقائص اور عیوب نہ صرف تلاش کریں بلکہ اپنی آخرت برباد اور قبر کو آگ سے بھروانے کے لیے الٹی سیدھی باتیں ہانکتے پھریں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آزادی پر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمغہ

حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ مکہ کے امیہ بن خلف کے مظالم برداشت کرتے رہے اور توحید کے جام پیتے رہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت صدیق اکبر نے انہیں امیہ بن خلف اورابی بن خلف سے ایک چادراوردس اوقیہ چاندی کے عوض خرید کر اللہ کی رضاکے لیے آزاد کروادیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ تمغہ دیا کہ ان کی شان میں قرآنِ کریم کی یہ آیات نازل فرمادیں

وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَى (۱) وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّى (۲) وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى (۳) إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّى (۴)

رات کی قسم ہے جب کہ وہ چھا جائے، اور دن کی قسم جب چمک اٹھے، اور اس کی قسم کہ جس نے نر و مادہ کو بنایا، کہ تم لوگوں کی کوشش طرح طرح کی ہے۔ (سورۃ اللیل)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سعی و کوشش، امیہ بن خلف کی کوشش اور ابی بن خلف کی کوشش مراد ہے۔

حضرت عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کی خاطر بوڑھی عورتوں کو مکہ میں اسلام قبول کر لینے کے بعد آزاد کروا دیا کرتے تھے، ایک دن ان کے والد ابو قحافہ نے ان سے پوچھا کہ اے میرے بیٹے! میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو کمزور کمزور لوگوں کو آزاد کرواتا ہے، میرا خیال ہے کہ اگر تو طاقتور جوانوں کو آزاد کروائے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے کیونکہ وہ تیرے ساتھ کھڑے ہوں گے، دشمنوں کو تیری طرف آنے سے روکیں گے اور تیرا دفاع کریں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے ابا جان! میں اس چیز کا متلاشی ہوں جو اللہ کے پاس ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تاریخ الخلفاء)

ابن ابی حاتم اور طبرانی نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سات ایسے لوگوں کو آزاد کروایا جو سارے کے سارے اللہ کے لیے ستائے جا رہے تھے، اس پر سورۃ اللیل کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

{وَسَيُجَنَّبُهَا الأَتْقَى} [اللیل: ١٧] اور اس آگ سے وہ بڑا پرہیز گار دور رہے گا۔

امام اہل سنت مولانا علامہ عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "سیرت خلفاء راشدین" میں لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو "اتقی" یعنی سب سے بڑا تقویٰ والا قرار دیا ہے۔

بزار نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ سورۃ اللیل کی آیت

{وَمَا لأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى} [اللیل: ١٩]

اس پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے جس کا بدلہ اسے دینا ہو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

تو جس شخص نے اللہ کو راضی کرنے کے لیے مال لگایا، غلام آزاد کیے، پھر کسی قسم کے صلے اور بدلے کی طلب نہیں کی، ایسے شخص کو اللہ قیامت کے دن راضی کر دیں گے، یہ خوش قسمت اور خوش نصیب انسان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

صدیق کی قسم کا کفارہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی قسم پوری کیا کرتے تھے ، کبھی قسم توڑتے نہیں تھے ،ہاں اگر کہیں کسی بات پر کوئی قسم کھالیتے جس کے بعد انہیں اس چیز سے بہتری کی کوئی شکل دکھائی دیتی تو پھر اس قسم کو توڑ دیا کرتے تھے اور اپنی کھائی ہوئی قسم کا کفارہ دے دیا کرتے تھے (بخاری)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم صدق لائے، صدیق رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی

قرآن کریم کی آیت مبارکہ

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (۳۳)الزمر

وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور اس نے اس کی تصدیق کی ، یہی لوگ متقی ہیں۔

ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کے ذیل میں ارشاد فرمایا ہے

الّذی جاء بالصّدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصدّق بہ ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ(تفسیرالمظہری ج۸ص۲۱۵)

صدق لانے والے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس نے ان کی تصدیق کی وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

بزار اور ابن عساکر میں ہے، حضرت اسید بن صفوان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

والذي جاء بالحق محمد، وصدق به أبو بكر الصديق،

حق لے کر آنے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس نے ان کی تصدیق کی اس سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔(تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

فَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ مُحَمَّدٌ، وَالَّذِي صَدَّقَ بِهِ هُوَ أَبُو بَكْرٍ، وَهَذَا الْقَوْلُ مَرْوِيٌّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَجَمَاعَةٍ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ (تفسیرکبیرج۲۶ص۴۵۲)

پس جو شخص سچ لے کر آیا اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ،اور جس نے ان کی تصدیق کی اس سے مراد حضرت ابو بکر ہیں ، یہ قول حضرت علی المرتضی سے بھی مروی ہے اور مفسرین کرام کی ایک جماعت سے بھی مروی ہے۔

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

وَذَلِكَ لِأَنَّ هَذَا يَتَنَاوَلُ أَسْبَقَ النَّاسِ إِلَى التَّصْدِيقِ، وَأَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ الْأَسْبَقَ الْأَفْضَلَ إِمَّا أَبُو بَكْرٍ وَإِمَّا عَلِيٌّ، وَحَمْلُ هَذَا اللَّفْظِ عَلَى أَبِي بَكْرٍ أَوْلَى، لِأَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ وَقْتَ الْبَعْثَةِ صَغِيرًا، فَكَانَ كَالْوَلَدِ الصَّغِيرِ الَّذِي يَكُونُ فِي الْبَيْتِ، وَمَعْلُومٌ أَنَّ إِقْدَامَهُ عَلَى التَّصْدِيقِ لَا يُفِيدُ مَزِيدَ قُوَّةٍ وَشَوْكَةٍ. أَمَّا أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّهُ كَانَ رَجُلًا كَبِيرًا فِي السِّنِّ كَبِيرًا فِي الْمَنْصِبِ، فَإِقْدَامُهُ عَلَى التَّصْدِيقِ يُفِيدُ مَزِيدَ قُوَّةٍ وَشَوْكَةٍ فِي الْإِسْلَامِ، فَكَانَ حَمْلُ هَذَا اللَّفْظِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَوْلَى.(کبیر۲۶/ ۴۵۲)

سب سے پہلے تصدیق کرنے والوں کو یہ آیت شامل ہے، اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ،فضیلت والے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں یاحضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ،اس سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لیناز یادہ بہتر ہے ،اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بعثت نبوی کے وقت چھوٹے تھے ،وہ اس چھوٹے بچے کی طرح تھے جو گھروں میں رہتاہے ،پتا چل گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تصدیق کرنا قوت وشوکت کے لیے فائدہ مند نہ تھا،بہر حال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وہ بڑے آدمی تھے ،منصب میں بھی بڑے تھے ان کی طرف سے تصدیق کا اقدام کرنا اسلامی قوت اور شوکت کی زیادتی کے لیے مفید تھا،اس لیے تصدیق کے لفظ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیجیے

قرآن کریم کی آیت مبارکہ

{وَشَاوِرْهُمْ فِي الأَمْرِ} [آل عمران: ۱۵۹] (ان سے کاموں کے بارے میں مشورہ کریں)

کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(تاریخ الخلفاء سیوطی)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے

نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَكَانَا حَوَارِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَزِيرَيْهِ وأَبَوَي الْمُسْلِمِينَ(تفسیرابن کثیرج۲ص ۱۴۹)

یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر تھے اور مسلمانوں کے باپ تھے۔

صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے دو جنتیں

ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شوذب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ آیت مبارکہ

{وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَان} [الرحمن: ۴۶]

جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(تاریخ الخلفاء)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی تفسیر میں ایک روایت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(تفسیر ابن کثیر ج۷ ص ۵۰۱) تفسیر الدر المنثور میں علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت لائے ہیں، جس میں ہے

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "العظمت" میں حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَكَرَ ذَاتَ يَوْمٍ، وَفَكَّرَ فِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَالْمَوَازِينِ، وَالْجَنَّةِ حَيْثُ أُزْلِفَتْ، وَفِي النَّارِ حِينَ أُبْرِزَتْ، وَصُفُوفِ الْمَلَائِكَةِ وَطَيِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَنَسْفِ الْجِبَالِ، وَتَكْوِيرِ الشَّمْسِ، وَانْتِثَارِ الْكَوَاكِبِ، فَقَالَ: وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ خَضِرًا مِنْ هَذِهِ الْخَضْرَاءِ تَأْتِي عَلَيَّ بَهِيمَةٌ، فَتَأْكُلُنِي، وَأَنِّي لَمْ أُخْلَقْ، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ {وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ} [الرحمن: ۴۶، تفسیر الدر المنثور ج۷ ص ۷۰۶)

ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا، قیامت، میزان، جنت کے قریب کیے جانے، دوزخ کے ظاہر کیے جانے، فرشتوں کی صفوں، آسمانوں کے لپٹنے، پہاڑوں کے اکھڑنے، سورج کے لپٹنے، ستاروں کے بکھرنے کے بارے میں غور و فکر کیا تو فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میں سبز گھاس ہوتا جسے کوئی چوپایہ جانور آکر چر لیتا، میں پیدا ہی نہ ہوتا، اس ذکر اور فکر پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

صدیق رضی اللہ عنہ نیک مومن ہے

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آیت مبارکہ

{وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِين} [التحریم: ۴]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے

يُرِيدُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ مُوَالِيَيْنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَنْ عَادَاهُ، وَنَاصِرَيْنِ لَهُ،

اس سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حمایتی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے خلاف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار تھے۔ (تفسیر کبیر ج ۳۰ ص ۵۷۰)

صدیق رضی اللہ عنہ کی منشاء پر قرآنی آیت کا نزول

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب آیت مبارکہ

{إِنَّ اللَّهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِي} [الأحزاب: ۵۶]

نازل ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! کوئی خیر کی بات ہوتی ہے تو ہم اس میں شریک کر لیے جاتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

{هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلائِكَتُهُ} [الأحزاب: ۴۳]

وہ ذات تمہارے اوپر اپنی رحمتیں نازل کرتی ہے اور اس کے فرشتے دعائیں کرتے ہیں۔

صدیق رضی اللہ عنہ کا دل صاف وشفاف

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ سورۃ الحجر کی آیت مبارکہ

{وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِين} [الحجر: ۴۷]

اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب کھینچ لیے آپس میں بھائی ہیں تختوں پر روبرو بیٹھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت مبارکہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی روایت لائے ہیں، جس میں ہے

نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعَلِيٍّ وَالصَّحَابَةِ، يَعْنِي مَا كَانَ بَيْنَهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنَ الْغِلِّ

یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یعنی جو کچھ ان کے درمیان زمانہ جاہلیت میں کھوٹ تھا اس کی صفائی کا ذکر ہے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل الصحابہ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کے بارے میں نازل ہوئی ہے ،ان سے جب پوچھا گیا کہ ان میں کون سا کھوٹ تھا؟ تو جواب دیا کہ زمانہ جاہلیت کا کھوٹ مراد ہے، بنی تیم اور عدی اور بنی ہاشم کے درمیان پایا جانے والا زمانہ جاہلیت کا کھوٹ مراد ہے، جب یہ لوگ مسلمان ہوگئے تو ان کے درمیان محبت کے رشتے قائم ہوگئے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت نقل کی ہے، کہ جو بھائی آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے اس سے مراد وہ دس صحابہ کرام ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں جنت کی خوشخبری سنائی تھی۔ ان دس میں سب سے پہلا نمبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے۔(ابن کثیر

صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک اور شان امتیازی

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ آیت مبارکہ

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ (۱۵) أُولَئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ (۱٦)(الاحقاف)

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں انکا شکر گزار ہوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے اور میرے لیے میری اولاد میں صلاح (و تقویٰ) دے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں

فرمانبرداروں میں ہوں، یہی لوگ ہیں جن کے اعمال نیک ہم قبول کرینگے اور ان کے گناہوں سے درگزر کریں گے اور (یہی) اہل جنت میں (ہوں گے) (یہ) سچا وعدہ (ہے) جو ان سے کیا جاتا ہے۔

علامہ فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ أَفْضَلُ الْخَلْقِ لِأَنَّ الَّذِي يَتَقَبَّلُ اللَّهُ عَنْهُ أَحْسَنَ أَعْمَالِهِ وَيَتَجَاوَزُ عَنْ كُلِّ سَيِّئَاتِهِ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ مِنْ أَفَاضِلِ الْخَلْقِ وَأَكَابِرِهِمْ، وَأَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى أَنَّ أَفْضَلَ الْخَلْقِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِمَّا أَبُو بَكْرٍ وَإِمَّا عَلِيٌّ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ عَلِيَّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّمَا تَلِيقُ بِمَنْ أَتَى بِهَذِهِ الْكَلِمَةِ عِنْدَ بُلُوغِ الْأَشُدِّ وَعِنْدَ الْقُرْبِ مِنَ الْأَرْبَعِينَ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ مَا كَانَ كَذَلِكَ لِأَنَّهُ إِنَّمَا آمَنَ فِي زَمَانِ الصِّبَا أَوْ عِنْدَ الْقُرْبِ مِنَ الصِّبَا، فَثَبَتَ أَنَّ الْمُرَادَ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ هُوَ أَبُو بَكْرٍ

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس آیت سے مراد افضل الخلق ہے، کیونکہ وہ شخص جس کے اللہ نے عمدہ اعمال قبول کیے اور اس کی تمام خطاؤں سے درگزر کر دیا ضروری ہے کہ وہ مخلوق میں فضیلت والا ہو، اوران کے بڑوں میں سے ہو، امت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سب سے افضل یا تو حضرت ابو بکر ہیں یا حضرت علی، یہ بات تو طے ہے کہ اس سے مراد حضرت علی بن ابی طالب نہیں ہیں، اس لیے کہ یہ آیت اس شخص کے لائق ہے جس نے قوت والی جوانی کو پہنچتے ہی یہ بات کہی ہو، یا چالیس سال کے قریب کہی ہو اور حضرت علی بن ابی طالب اس عمر کے نہ تھے، کیونکہ وہ بچپنے میں ایمان لائے، یا بچپنے کے قریب ایمان لائے، پس یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس آیت سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تفسیر کبیر للرازی ج ۲۸ ص ۱۹)

صدیق رضی اللہ عنہ اُولی الفضل میں سے ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے تہمت لگائی تو کچھ مسلمان بھی اس پروپیگنڈے کی نذر ہوگئے، ان میں ایک حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ تھے، جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے، ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کی خدمت کیا کرتے تھے، مگر اس واقعہ کے بعد جب اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل کر دی تو حضرت ابو بکر نے مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ بند کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى (النور ۲۲)

اور تم میں سے بزرگی اور کشائش والے اس بات پر قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیا کریں گے۔

تفسیر ابن کثیر میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(تفسیر ابن کثیر ج ٦ص ٣١)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے باقی مسلمانوں کی تادیب فرمائی مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس تادیب سے مستثنیٰ تھے۔(تاریخ الخلفاء)

حضرات مفسرین کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ آیت مبارکہ میں اولوا لفضل سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں، یہ آیت مبارکہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے زیادہ فضیلت والے تھے۔

اگر عقل و دانش سے عاری، حرماں نصیب اس آیت مبارکہ کے تحت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کوئی خصوصیت تسلیم نہیں کرتا تو ہمیں یہ بات واضح کر دینا ہوگی کہ جو شخص قرآن کریم کا مطالعہ کرتا ہے، احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی گہری نظر ہے تو اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ اس آیت مبارکہ میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خصوصیت کا پایا جانا حد تواتر تک پہنچا ہوا ہے، اگر کوئی شخص ان کی خصوصیت کو تسلیم نہیں کرتا تو اسے ہر تواتر کا انکار کرنا پڑے گا۔

یہ آیت مبارکہ لوگوں میں سب سے زیادہ فضل والے آدمی پر بھی دلالت کرتی ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ افضل یا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں یا علی المرتضی رضی اللہ عنہ، جب ہم اس بات کو واضح کر دیں کہ اس سے مراد کسی صورت میں حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ نہیں ہوسکتے تو یہ بات واضح طور پر طے ہو جائے گی کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس سے مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ آیت کے سیاق وسباق کا تعلق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کے ساتھ ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "اولی السعۃ" بیان کیا ہے، کہ سعت اور گنجائش والے، اور یہ بات اظہر اور ابین ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت دنیا میں صاحبِ کشائش و گنجائش نہیں تھے، تو اس سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ اس سے مراد یقینی طور پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایسی عجیب صفات بیان کی ہیں جن کی وجہ سے ان کی دین اسلام میں بلندی، عظمت، مرتبے اور اونچے مقام کا پتا چلتا ہے، ان صفات میں ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ جمع اور لفظ واحد کے ساتھ کنایہ کیا ہے، جب لفظ جمع کے ساتھ ان کی طرف سے کنایہ کیا گیا تو اس سے ان کی بلندی شان پر دلالت کی گئی، جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا کہ ہم ہی قرآن کریم کو اتارنے والے ہیں (سورۃ الحجر ۹) ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا کی ہے (الکوثر ۱) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس عظیم انسان کو اپنی جلالت شان کے باوجود جمع کے صیغے کے ساتھ ذکر کیا ہے تاکہ اس کی عظمت شان واضح ہو سکے۔

☆ دوسری صفت یہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بیان کی جارہی ہے کہ وہ فضل والے ہیں، یہاں مطلق فضل والے فرمایا کوئی قید نہیں لگائی، اور فضل ایسی چیز ہے جس میں احسان و افضال داخل ہوتا ہے، یہ اس بات پر دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہے، جیسا کہ وہ علی الاطلاق فاضل تھے اسی طرح علی الاطلاق مفضل بھی تھے۔

☆ تیسری صفت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ بیان کی گئی ہے کہ افضال واحسان میں جس قدر مناسب ہوتا ہے فائدہ پہنچایا جاتا ہے کسی معاوضے کے بغیر، جو شخص کسی کو چھری تھماتا ہے کہ وہ اپنے کو مار ڈالے تو اسے یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ اس پر فضل کیا گیا ہے، اس لیے کہ اس نے ایسی چیز اسے پکڑائی جو اس کے مناسب اور شایان شان نہ تھی، اور جو شخص اس لیے دیتا ہے تاکہ اس سے معاوضے کا فائدہ اٹھائے، فائدہ مالی ہو یا تعریفی ہو یا ثنائی ہو تو یہ شخص فیض اٹھانے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس معنی میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صفت یہ بیان فرمائی کہ عنقریب سب سے بڑے متقی آدمی کو وہ دوزخ کی آگ سے بچائے گا، جو پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے مال دیتا ہے، وہ اللہ کی رضا کی خاطر مال لگاتا ہے (سورۃ اللیل ۲۰،۱۷)

☆ اللہ نے یہاں تو صدیق رضی اللہ عنہ کی شان یہ بیان کی کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے مال لٹاتا ہے جب کہ حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا

إِنَّما نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزاءً وَلا شُكُوراً إِنَّا نَخافُ مِنْ رَبِّنا يَوْماً عَبُوساً قَمْطَرِيراً [الْإِنْسَانِ: ۹، ۱۰]

بے شک ہم تمہیں اللہ کی رضا کے لیے کھلاتے ہیں، تم سے کسی بدلے اور شکر گزاری کی چاہت نہیں رکھتے، بے شک ہم اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، قیامت کے ہولناک اور سخت دن سے۔

یہاں سے پتا چلا کہ حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ کے عذاب اور قیامت کے ہولناک اور سخت دن سے ڈر کی وجہ سے کھانا کھلاتے تھے، جب کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے اونچی شان والے رب کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے تھے، پتا چلا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مرتبہ اور مقام اعلیٰ درجے کا ہے، ان کا احسان و کرم میں عطیہ اکمل اور اعلیٰ درجے کا ہے۔

☆ آیت میں اللہ نے فرمایا أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ

یہاں من تمیز کے لیے ہے، امتیاز کرنے کے لیے ہے، دوسروں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں فرق بیان کرنے کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ نے "مِن" کا لفظ استعمال فرما کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دوسرے ایمان والے لوگوں سے ممتاز کر دیا، کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ فضل والے ہیں، تو جس صفت کی وجہ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دوسروں سے ممتاز مقام ملا وہ دوسروں کے لیے ہو نہیں سکتی، اگر یہ صفت دوسروں میں بھی مانی جائے تو پھر امتیاز کیسا؟ پتا چل گیا کہ یہ صفت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے خاص ہے، دوسروں کے لیے یقینی طور پر نہیں ہے۔

☆ یہاں فضل کو اللہ کی اطاعت اور خدمت پر محمول کرنا ممکن ہے، اسی طرح "سعت، گنجائش" کو مسلمان پر احسان کرنے پر محمول کرنا ممکن ہے، گویا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایسی جامع شخصیت کے مالک تھے جن میں اللہ کے حکموں کی تعظیم اور اللہ کی مخلوق پر شفقت کے جذبات بدرجہ اتم پائے جاتے تھے، یہ دونوں کام صدیقین کے اعلیٰ اور اونچے مراتب میں سے ہیں، اور جو بھی ایسا ہو گا اللہ تعالیٰ اس بندے کے ساتھ ہو گا۔ جیسے اللہ کا فرمان ہے

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ

بے شک اللہ تقویٰ والے لوگوں کے ساتھ ہے اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔

یہی دو صفات جب کامل درجے میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں پائی گئیں تو انہیں فرمایا گیا کہ

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا [التَّوْبَةِ: ۴۰]

غم نہ کرو بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

☆ انسان اگر سخی اور مال خوب خرچ کرنے والا ہو تو اسے "سعت یعنی گشائش والا" سے موصوف کیا جاتا ہے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ارشاد میں انسانوں کو نفع پہنچانے والے کو بہترین انسان قرار دیا ہے ، تو اس اعتبار سے بھی وہ لوگوں میں بہترین انسان ٹھہرے ، اس لحاظ سے بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سخی اور ہر چیز میں مال خرچ کرنے والے تھے ، ان کی سخاوت میں سے ہی یہ تھا کہ جس صبح وہ مسلمان ہوئے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے ، یہ لوگ پہلے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکے تھے ، یہ سب انہی کی بدولت مسلمان ہوئے ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تعلیم کے لیے مال خرچ کرتے تھے ، لوگوں کو دین کی طرف راہنمائی کرنے کے لیے مال خرچ کرتے تھے ، ان کی اس صفت کی وجہ سے ہی انہیں "اهل السعة" کی صفت سے موصوف کیا گیا ہے۔

☆ یہ بات قابل غور ہے ، اس میں لوگوں کا اختلاف موجود ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئے یا بعد میں ؟ ؛ لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو دعوت اسلام میں مشغول نہیں ہوئے جب کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوتے ہی دین کی دعوت اور تبلیغ میں مشغول ہوگئے تھے ، اور یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو بلانا ، دعوت دینا ، تبلیغ کرنا یہ اعلیٰ اور افضل کام ہے ، مراتب دینیہ میں یہ اونچا مرتبہ ہے ، اس لیے بھی ضروری ٹھہرا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس اعتبار سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں ۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»

جس نے کسی اچھے کام کی بنیاد ڈالی ، اس کے لیے اس اچھے کام کا اجر وثواب ہے اور اس شخص کے عمل کا بھی اسے قیامت تک ثواب ملے گا جو اس کے چلائے ہوئے اس کام پر عمل کرے گا۔

اس اعتبار سے بھی ضروری ٹھہرا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہر اس شخص کے عمل کا اجر ملے جو اللہ کی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہے ، اس لحاظ سے بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر دلالت ہوتی ہے۔

☆ قریبی رشتہ داروں کی طرف سے ہونے والا ظلم بڑا سخت سمجھا جاتا ہے، جیسے ایک عرب شاعر نے اپنے شعر میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے

وَظُلْمُ ذَوِي الْقُرْبَى أَشَدُّ مَضَاضَةً ... عَلَى الْمَرْءِ مِنْ وَقْعِ الْحُسَامِ الْمُهَنَّدِ

قریبی رشتہ داروں کی طرف سے کیا جانے والا ظلم بے نیام تلوار کی ضرب سے زیادہ شدید ہوتا ہے۔

اسی طرح جب انسان دوسروں کی طرف احسان کرتا ہے اور جن کی طرف احسان کیا جاتا ہے وہ اگر اس کا بدلہ اور صلہ برائی سے دیں تو یہ بھی انسان پر سخت گراں گزرتا ہے، بر عکس اس کے کسی اجنبی اورانجانے شخص سے اس طرح کی تکلیف پہنچے تو اس میں اس قدر گرانباری محسوس نہیں ہوتی، تکلیف دونوں کی طرف سے پہنچتی ہے، جس کو احسان سے نوازا گیا اور جو اجنبی ہے وہ، مگر شدید ترین تکلیف اس وقت پہنچتی ہے جب اس شخص کی طرف سے تکلیف پہنچے جسے احسان سے نوازا گیا ہے۔

☆ اب دیکھا جائے تو حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو انتہائی درجے کی تکلیف پہنچی، جسے اعظم انواع الایذا کہا جائے تو مناسب ہو گا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دل پر ان کی طرف سے دی جانے والی تکلیف کا سخت اثر ہوا تھا، پھر اوپر سے اللہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ آپ اس سے قطع تعلقی نہ کریں، جو احسان ان کے ساتھ آپ کی طرف سے ہو رہا تھا وہ جاری رہنا چاہیے، اب یہ مجاہدے کی اعلیٰ اقسام میں سے ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ یہ کفار کے ساتھ لڑائی، جھگڑے اور جہاد سے زیادہ مشکل کام ہے، اس لیے کہ یہ نفس کے ساتھ مجاہدہ ہے، اور وہ کفار کے خلاف مجاہدہ ہے، دونوں مجاہدوں میں سب سے زیادہ سخت وہ مجاہدہ ہے، اسی لیے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جہاد سے واپس تشریف لائے تو فرمایا تھا کہ

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ

ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آ گئے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی جانے والی نیکی اور مالی تعاون کو ختم نہ کریں بلکہ اسے جاری رکھیں، جب یہ حکم انہیں دیا تو انہیں دو القاب سے نواز ایک انہیں فرمایا کہ وہ
أُولِي الْفَضْلِ ، فضل والے ہیں، اور دوسرا لقب یہ دیا کہ وہ
أُولِي السَّعَةِ ، گنجائش والے ہیں۔

گویا اللہ تعالیٰ یوں فرمارہے ہے کہ صدیق رضی اللہ عنہ آپ ان کی طرف سے کی جانے والی برائی کا مقابلہ کرنے سے بلند مقام پر فائز ہیں، آپ بہت بڑے دل کے مالک ہیں اس بات سے کہ دنیا کے لیے کسی بات کا وزن قائم کریں، اس لیے یہ بات آپ کے فضل کے مناسب نہیں ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی وسعت قلبی کے مناسب نہیں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی نیکی اور احسان کو ان سے ختم کردیں، اس وجہ سے جو آپ کو ان کی طرف سے تکلیف پہنچی ہے، پتا چلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس طرح کا خطاب کرنا، ان پر نہایت درجہ کے فضل اور دین میں ن کی بلندی ٔشان پر دلالت کرتی ہے۔

☆ یہاں الف لام استعمال کیے گئے ہیں جو عموم کا فائدہ دیتے ہیں، الف لام الفضل اور السعہ میں اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ساری کی ساری فضیلت، ساری کی ساری سعت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے ہے، یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ معاف کرو اور درگزر کرو، اس لیے کہ معاف کرنا یہ تقویٰ کا قرینہ ہے، جو شخص معاف کرنے میں سب سے زیادہ مضبوط ہو گا وہ تقویٰ میں سب سے زیادہ مضبوط ہو گا، اور جو شخص تقویٰ میں سب سے زیادہ مضبوط ہو گا وہ سب سے افضل ہو گا، جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ [الْحُجُرَاتِ: ١٣]
تم میں سب سے زیادہ شرافت اور بزرگی والا وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔

☆ معاف کرنا اور تقویٰ اختیار کرنا یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں، اسی وجہ سے ان دونوں کو ایک ہی جگہ ذکر کیا ہے، تقویٰ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ اللیل میں فرمایا کہ

عنقریب وہ سب سے بڑے متقی کو دوزخ کی آگ سے بچائے گا۔ معافی کے بارے میں اللہ نے فرمایا کہ انہیں چاہیے کہ یہ معاف کر دیں اور در گزر کر دیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ [الْمَائِدَةِ: ١٣]

ان لوگوں کو معاف کر دیجیے اور ان سے در گزر کر دیجیے۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں ارشاد فرمایا کہ

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا

انہیں چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور در گزر کر دیں۔

یہی وجہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیکنڈ کمان تھے، جن کو قرآن نے ثانی اثنین یعنی دو میں سے دوسرے قرار دیا ہے، تمام اخلاق میں یہاں تک کہ معافی اور در گزر میں بھی، انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی ہونے کا شرف حاصل ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کر دیں؟ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ

اللہ رب العزت نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعظیم اور علو شان کی وجہ سے جمع کے ساتھ کنایہ کرتے ہوئے ان کا ذکر کیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے معافی کو معلق کیا ہے ان کے معافی اور در گزر کے اقدام پر، جب ان کی طرف سے شرط حاصل ہو گئی تو جزا کا اس پر مرتب ہونا ضروری ہو گیا، پھر اللہ نے یہاں یغفر اللہ لکم میں مستقبل کا صیغہ استعمال کیا، کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ مقید نہیں کیا، اس لیے یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ نے ابو بکر صدیق کو علی الاطلاق اس کی آنے والی عمر میں بھی معاف کر دیا ہے ، اس لیے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکنڈ کمان ہیں، ثانی اثنین ہیں، اللہ تعالیٰ نے چونکہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ

لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَما تَأَخَّرَ [الْفَتْحِ: ٢]

تا کہ اللہ آپ کے اگلے اور پچھلے سب معاف کر دے۔

تو یہ بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کی درستگی کے لیے بھی دلیل بن گئی، کیونکہ اگر ان کی امامت خلافِ حق ہوتی تو ان کی علی الاطلاق بخشش کا اعلان نہ کیا جاتا، پھر یہ دلیل بن گئی اس بات پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دس اصحاب کرام کو جنت کی خوشخبری سنائی تھی وہ بالکل ٹھیک تھی، اس میں پہلے نمبر پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے جب یہ ارشاد فرمایا کہ

أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ

کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ وہ تمہیں معاف کر دے؟

یہاں اللہ نے اپنی صفت یہ بیان کی کہ وہ غفور اور رحیم ہے، مغفرت اور رحمت میں مبالغہ کے صیغے استعمال فرمائے، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جہاں مخاطب فرمایا وہاں لفظ جمع لایا، جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تعظیم پر دلالت ہے، اللہ نے غفور اور رحیم مبالغے کے صیغے استعمال فرما کر اپنی عظمت بیان کی، جب عظیم اپنی عظمت بیان کرے پھر اس کے بعد اپنے مخاطب کی عظمت بیان کرے تو لازمی طور پر یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ یہ اس کے مخاطب ہی کی عظمت بیان ہو رہی ہے اور انتہاء درجے کی تعظیم بیان ہو رہی ہے۔

اسی لیے تو اہل علم کہتے ہیں کہ اللہ نے سورۃ الکوثر میں جب فرمایا کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوثر عطا کی ہے، تو یقیناً یہ ایک بہت بڑا عطیہ ہے، تو آیت یہاں اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس شان و منقبت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیکنڈ کمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح اور تعریف کے طور پر فرمایا کہ وہ فضل والے ہیں، وہ کشائش والے ہیں، تو ضروری ہے کہ یوں کہا جائے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ معصیت اور گناہ سے خالی ہیں، اس لیے کہ جس بندے کی اس قدر تعریف و مدح کی جا رہی ہے اس کے لیے تو کسی صورت جائز نہیں کہ وہ دوزخ والوں میں سے ہو، اگر کوئی شخص گناہ گار ہو تو دوزخ اس کا ٹھکانہ ہے، جیسے اللہ نے ارشاد فرمایا

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِداً فِيها [النِّسَاءِ: ۱

جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا، اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا، تو وہ اسے دوزخ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ (سورۃ النساء ۱۴)

جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ نافرمانی سے خالی تھے، تو اللہ کے اس فرمان کا مطلب ہی کیا کہ وہ تمہیں معاف کر دے گا، کیونکہ جو معصیت ہو ہی نہ اس کا معاف کرنا کیا ہوا، جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ آیت کو اس معنی پر محمول نہیں کر سکتے تو یقیناً اس کو دوسرے معنیٰ پر محمول کریں گے، گویا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تمہیں اس لیے معاف کر دے کہ تم ان تہمت لگانے والے، گناہ گاروں کی تعظیم کرتے ہو، تو آیت مبارکہ کا حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے ابو بکر! اگر تم ان گناہ گاروں کو قبول کر لو تو میں بھی ان کو قبول کر لوں گا، اگر تم ان کو مسترد کرتے ہو تو میں بھی ان کو مسترد کر دوں گا، گویا کہ اللہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دنیا میں شفاعت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے

اگر کچھ کور باطن، حرماں نصیب، ازل کے شریر یہ اعتراض کریں کہ اس آیت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مدح و ستائش کی بجائے ان کی سرزنش کی گئی ہے، ان کی تادیب کی گئی ہے، انہیں مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی دیکھ بھال نہ کرنے پر قسم کھانے پر تنبیہ کی گئی ہے تو ہم انہیں یہ بات واضح طور پر عرض کرتے ہیں کہ نہی کا مطلب یہ نہیں کہ ان سے کسی خطا کا صدور ہوا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہی فرمائی کہ منافقین اور کافروں کی اطاعت نہ کریں۔ (سورۃ الاحزاب ۴۸) تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ واقعی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اطاعت کرتے تھے، ظاہری اخبار تو صرف اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ قسم کھائی تھی مگر معترضین اور ناقدین جس طرح کی بات کرتے ہیں وہ یہاں سے ثابت نہیں ہوتی۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ سے جو رسم و راہ اور تعلق پہلے تھا اسے جاری رکھنے کا اعلان کیا، آپ نے اس آیت کے نزول کے بعد حضرت مسطح کا وظیفہ دگنا کر دیا تھا۔

صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت

تفسیر روح البیان میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قرآن کریم کی سورۃ الفتح کی آیت میں
مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ اَبُو بَكرِ الصِّدِّيق رضى الله عنه لاَنَّه كَانَ مَعَهُ فِي الغَارِ وَمَنِ أَنكَرَ صُحبَتَهُ كَفَرَ أَشِدَّاءُ عَلَى الكُفَّارِ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ رضى الله عنه لاَنَّه كَانَ شَدِيداً غَلِيظاً عَلَى اَهلِ مَكَّةَ رُحَمَاءُ بَينَهُم عُثمَانُ بنُ عَفَّانَ رضى الله عنه لاَنَّهُ كَانَ رَؤُفاً رَحِيماً ذَا حَيَاءٍ عَظِيمٍ تَرَاهُم رُكَّعاً سُجَّداً عَلِىُّ بنُ اَبِي طَالِبٍ رضى الله عنه (روح البیان۷/۳۶۰)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ،والذین معہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مراد ہیں ،اس لیے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے تھے ،جس نے آپ کی صحابیت کا انکار کیا اس نے کفر کیا، علی الکفار سے مراد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں ،اس لیے کہ وہ اہل مکہ پر سخت تھے ،رحماء بینھم سے مراد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں ،اس لیے کہ وہ بہت نرم دل، مہربان اور حیادار تھے، تراھم رکعا سجدا سے مراد علی المرتضی ہیں۔

علامہ ابن القیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ
وَهٰذَا الوَصفُ لجَمِيعِ الصَّحَابَةِ عِندَ الجمهُورِ (فضائل الصحابہ فی القرآن)

جمہور کے نزدیک یہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفت ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رضاء مولیٰ کے متلاشی

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کی صفت بیان کرتے ہوئے انہیں اللہ کے فضل کے متلاشی قرار دیا، انہیں اللہ اور رسول اللہ کے مددگار قرار دیا، تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ عظیم انسان ہیں جو اول المہاجرین ہیں، باقی صحابہ نے اگر بعد میں ہجرت کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ کی معیت میں مدینہ کی طرف پہلے پیش قدمی کی تھی، بلکہ ان کی ہجرت باقیوں کی ہجرت سے اور بھی زیادہ فضیلت والی تھی کہ انہوں نے اللہ کی امانت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہمراہ لیا ہوا تھا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے چلتے اور کبھی پیچھے چلتے تاکہ کوئی موذی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان نہ پہنچادے ،اللہ نے ان مہاجرین کے لیے فرمایا:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (٨) الحشر

وہ فقیر مہاجرین جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، درانحالیکہ وہ اللہ کے فضل کے متلاشی ہیں اور اللہ کی رضا کے خواستگار ہیں، وہ اللہ اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مدد کرتے ہیں یہی لوگ سچے ہیں۔

علامہ فخر الدین رازی اپنی مایہ ناز تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

وَتَمَسَّكَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ بِهَذِهِ الْآيَةِ عَلَى إِمَامَةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّه عَنْهُ، فَقَالَ: هَؤُلَاءِ الْفُقَرَاءُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ كَانُوا يَقُولُونَ لِأَبِي بَكْرٍ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّه، واللَّه يشهد على كَوْنِهِمْ صَادِقِينَ، فَوَجَبَ أَنْ يَكُونُوا صَادِقِينَ فِي قَوْلِهِمْ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّه، وَمَتَى كَانَ الْأَمْرُ كَذَلِكَ وَجَبَ الْجَزْمُ بِصِحَّةِ إِمَامَتِهِ(ج۲۹ص ۵۰۸)

بعض علماء نے اس آیت سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت پر استدلال کیا ہے فرمایا کہ مہاجرین اور انصار میں سے یہ فقراء ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے کہا کرتے تھے، اے رسول اللہ کے خلیفہ! اللہ ان کے سچا ہونے پر گواہ ہے، اس لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے قول یا خلیفۃ رسول اللہ میں سچے ہوں، اور جب معاملہ یونہی ہے تو ان کی امامت کی صحت پر یقین کرنا ضروری ہو گیا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمام صحابہ کرام کو جنتی قرار دیا ہے، ارشاد ہے

وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَى وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ (۱۰)الحدید

اور سارے کے سارے ان لوگوں سے اللہ نے جنت کا وعدہ کیا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب خبر رکھتا ہے۔

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ

أَنَّ جَمِيعَ الصَّحَابَةِ بِدُونِ اِستِثنَاءٍ مِّن أَهلِ الجَنَّةِ مَقطُوعٌ لَّهُم بِذٰلِكَ

بلا استثناء تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنت والوں میں سے ہیں، ان کے لیے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہے۔ (الفصل فی الملل والنحل:۴ / ۱۴۸)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان واضح ہوتی ہے۔

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوا (١٠) الحديد

اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہو، اور اللہ ہی کے لیے میراث آسمانوں اور زمینوں کی، تم میں کوئی شخص اس کے برابر نہیں ہو سکتا جس نے فتح سے پہلے مال خرچ کیا اور جہاد کیا، یہی وہ لوگ ہیں جو مرتبے کے لحاظ سے ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کے ذیل میں اپنی مایہ ناز تفسیر میں لکھتے ہیں

وَلَا شَكَّ عِنْدَ أَهْلِ الْإِيمَانِ أَنَّ الصِّدِّيقَ أَبَا بَكْرٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، لَهُ الْحَظُّ الْأَوْفَرُ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ، فَإِنَّهُ سَيِّدُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ سَائِرِ أُمَمِ الْأَنْبِيَاءِ، فَإِنَّهُ أَنْفَقَ مَالَهُ كُلَّهُ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ، عَزَّ وَجَلَّ، وَلَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ عِنْدَهُ نِعْمَةٌ يَجْزِيهِ بِهَا(تفسير ج٨ص ١٤)

اہل ایمان کے ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آیت مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ایک بہت بڑا حصہ ہے، اس لیے کہ جس نے اس پر عمل کیا تمام انبیاء کی امتوں میں سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان سب کے سردار ہیں، اس لیے کہ انہوں نے اپنا سارا مال اللہ کی رضا کے لیے خرچ کر دیا تھا اور کسی کے پاس ان کے احسان کا بدلہ دینے کے لیے کچھ نہیں تھا۔

محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی شافعی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ کلبی سے روایت کرتے ہیں کہ

أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ وَأَوَّلُ مَنْ أَنْفَقَ مَالَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ: أَوَّلُ مَنْ أَظْهَرَ إِسْلَامَهُ بِسَيْفِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ (تفسيربغوى ج۵ص ٢٧)

یہ آیت مبارکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا، پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ وہ شخص جنہوں نے اپنی تلوار کے ساتھ سب سے پہلے اسلام کو غالب کیا وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بھی کلبی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي فَضْلِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، لِأَنَّهُ كَانَ أَوَّلَ مَنْ أَنْفَقَ الْمَالَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ،(تفسیر کبیر ج۲۹ص ۴۵۲)

یہ آیت مبارکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے اس لیے کہ وہ پہلے آدمی تھے جنہوں نے راہ خدا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مال خرچ کیا تھا۔

علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں کہ

وَاعْلَمْ أَنَّ الْآيَةَ دَلَّتْ عَلَى أَنَّ مَن صَدَرَ عَنْهُ الْإِنْفَاقُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَالْقِتَالُ مَعَ أَعْدَاءِ اللَّهِ قَبْلَ الْفَتْحِ يَكُونُ أَعْظَمَ حَالًا مِمَّنْ صَدَرَ عَنْهُ هَذَانِ الْأَمْرَانِ بَعْدَ الْفَتْحِ، وَمَعْلُومٌ أَنَّ صَاحِبَ الْإِنْفَاقِ هُوَ أَبُو بَكْرٍ، وَصَاحِبُ الْقِتَالِ هُوَ عَلِيٌّ، ثُمَّ إِنَّهُ تَعَالَى قَدَّمَ صَاحِبَ الْإِنْفَاقِ فِي الذِّكْرِ عَلَى صَاحِبِ الْقِتَالِ، وَفِيهِ إِيمَاءٌ إِلَى تَقْدِيمِ أَبِي بَكْرٍ، وَلِأَنَّ الْإِنْفَاقَ مِنْ بَابِ الرَّحْمَةِ، وَالْقِتَالَ مِنْ بَابِ الْغَضَبِ،(تفسیر کبیر ج۲۹ص ۴۵۲)

جان لیجیے! یہ آیت مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے جس شخص نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کیا وہ درجے کے لحاظ سے اس شخص سے بہت بڑا ہے جس نے یہ دونوں کام فتح مکہ کے بعد کیے، معلوم ہوا کہ مال خرچ کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اور جہاد والے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں، پھر دیکھنا یہ چاہیے کہ اللہ نے مال خرچ کرنے والے کا ذکر جہاد کرنے والے سے پہلے کیا ہے، اس میں ایک اشارہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقدم کرنے کی طرف بھی ہے، اس لیے کہ مال خرچ کرنا یہ رحمت اور مہربانی کے باب سے ہے جب کہ قتال اور لڑائی یہ غصہ اور غضب کے باب سے ہے۔

کچھ تیرہ باطن، سیاہ نصیب اور کور بخت چونکہ عظمت صدیقی کا اعتراف کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں، انہیں صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل مانتے ہوئے جان کے لالے پڑ جاتے ہیں، وہ ازل کے بدنصیب اور حرماں بخت کہتے ہیں کہ جہاں مال خرچ کرنے والے کے فضائل ہیں اس سے مراد مولی علی کرم اللہ وجہہ ہیں، حالانکہ یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی، کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا بڑے بڑے معرکوں کے لیے اظہر من الشمس ہے، تاریخ کے اوراق اور نبوی ارشادات اس پر شاہد ہیں کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کھل کر، دل کھول کر، ہاتھ کھول کر لٹایا، سب کچھ اڑا دیا، اسی لیے ان کی شان بہت زیادہ بیان کی گئی ہے، اس لیے کہ فتح مکہ سے پہلے مال کی ضرورت تھی اور جان کی حفاظت کی بھی ضرورت تھی، اسلام

کے دفاع کی بھی ضرورت تھی، ان سب کاموں میں صدیق رضی اللہ عنہ کسی شیر دلیر کی طرح نبوت کے دائیں بائیں پہرہ دیتے رہے، مال خرچ کرتے رہے۔

تفسیر بسیط میں علامہ واحدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ أَوَّلَ مَنْ قَاتَلَ عَلَى الْإِسْلَامِ، وَلِأَنَّ عَلِيًّا فِي أَوَّلِ ظُهُورِ الْإِسْلَامِ كَانَ صَبِيًّا صَغِيرًا، وَلَمْ يَكُنْ صاحب القتال وأما أبا بَكْرٍ فَإِنَّهُ كَانَ شَيْخًا مُقَدَّمًا، وَكَانَ يَذُبُّ عَنِ الْإِسْلَامِ حَتَّى ضُرِبَ بِسَبَبِهِ ضَرْبًا أَشْرَفَ بِهِ عَلَى الْمَوْتِ(بسيط للواحدى)

ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے اسلام کے لیے جہاد کیا، اس لیے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ تو ظہور اسلام کے ابتدائی زمانے میں چھوٹے بچے تھے وہ لڑائی والے نہیں تھے ، بہر حال ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو بڑے آدمی تھے، جو اسلام کی طرف سے دفاع کرتے تھے، یہاں تک کہ اسی وجہ سے انہیں پیٹا گیا یہاں تک کہ قریب الموت ہو گئے تھے۔ (بسیط بحوالہ تفسیر کبیر)

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ کی طرف سے سلام

تفسیر بغوی میں اس آیت کے ذیل میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے سلام بھیجا ہے ، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَعَلَيْهِ عَبَاءَةٌ قَدْ خَلَّهَا فِي صَدْرِهِ بِخِلَالٍ، فَنَزَلَ عَلَيْهِ جبريل فقال: ما لي أَرَى أَبَا بَكْرٍ عَلَيْهِ عَبَاءَةٌ قَدْ خَلَّهَا فِي صَدْرِهِ بِخِلَالٍ؟ فَقَالَ: «أَنْفَقَ مَالَهُ عَلَيَّ قَبْلَ الْفَتْحِ» قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: اقْرَأْ عَلَيْهِ السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ أَرَاضٍ أَنْتَ عَنِّي فِي فَقْرِكَ هَذَا أَمْ سَاخِطٌ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقْرَأُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ: أَرَاضٍ أَنْتَ فِي فَقْرِكَ هَذَا أَمْ سَاخِطٌ ؟ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَأَسْخَطُ عَلَى رَبِّي إِنِّي عَنْ رَبِّي رَاضٍ إِنِّي عَنْ رَبِّي رَاضٍ(بغوى ٥/ ٢٨)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، ان کے جسم پر ایک پرانی سی چادر تھی، ان کا سینہ کھلا ہوا تھا، حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے، فرمانے لگے کہ کیا ہو گیا کہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ایک پرانی سی چادر دیکھ رہا ہوں اور ان کا سینہ کھلا ہوا ہے ؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے اپنا مال فتح مکہ سے پہلے مجھ پر خرچ کر دیا تھا، اس پر جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ فرمارہے ہیں کہ صدیق رضی اللہ عنہ کو میرا سلام پہنچادو، اور اس سے پوچھو کہ کیا تو اپنے فقر میں مجھ سے راضی ہے یا ناراض ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا، اے ابو بکر! بے شک اللہ تجھے سلام بھیج رہے ہیں اور تمہارے لیے اللہ کی طرف سے پیغام ہے کہ تم اپنے اس فقر میں اللہ سے راضی ہو یا ناراض ؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں اپنے پالنے والے سے ناراض ہو سکتا ہوں، میں اپنے پالنے والے سے راضی ہوں، میں اپنے پالنے والے سے راضی ہوں۔

تفسیر رازی میں یہ روایت مختصر سی ہے، اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بجائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب کہ تفسیر بغوی میں ہے کہ حضرت ابن عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، تفسیر ابن کثیر میں بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے، اس میں ایک راوی علاء بن عمرو کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

فتنہ ارتداد اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر عرش بریں کا سب سے آخری پیام نازل فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور پر انوار و برکات میں ہی ایک عجیب پیش گوئی فرمائی جس کے بارے میں اہل نظر و فکر کہتے ہیں کہ یہ پیش گوئی خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت سے متعلق تھی، سورۃ المائدہ کی آیت چھپن میں اللہ نے فتنہ ارتداد کا ذکر فرمایا ہے، جس کی سرکوبی کے لیے اللہ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو کام میں لگایا، ارشاد ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

اے اہل ایمان ! تم میں جو شخص اپنے دین سے پھر جائے، پس عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ محبت رکھے گا اور اس سے وہ محبت رکھیں گے، عاجزی کرنے والی ہو گی، ایمان والوں کے مقابلے میں کافروں

پر سختی کرے گی راہ خدا میں جہاد کرے گی، کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرے گی، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے، اللہ وسعت والا اور دانا ہے۔ (سورۃ المائدہ ۵۴)

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے بارے میں ایک خبر دے رہے ہیں کہ جو لوگ میرے دین کی خدمت، اشاعت، ترویج اور تشہیر سے رک جائیں گے میں اپنی قدرت سے ان کی جگہ ایسے لوگوں کو کھڑا کر دوں گا جو ان پہلے والوں سے زیادہ مخلص، محنتی، جفاکش، جانفشان اور دین کے محافظ اور پاسبان ہوں گے، جو اس دین کی حفاظت کریں گے، وہ لوگ اللہ کے محبوب ہوں گے اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے، وہ ایمان والوں کے لیے عاجزی اور تواضع کے جذبات رکھیں گے، کافروں، دین دشمنوں کے خلاف سختی کا مظاہرہ کریں گے، اللہ کی راہ میں جہاد ان کا بہترین مشغلہ ہو گا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

نَزَلَتْ فِي أَهْلِ الرِّدَّةِ أَيَّامَ أَبِي بَكْرٍ (تفسیرابن کثیر ج۳ص ۱۳۵)

یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پیدا ہونے والے فتنہ ارتداد کے بارے میں نازل ہوئی ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ اس سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں، ابن ابی حاتم کے حوالے سے علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا ہے کہ آیت مبارکہ

فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

(پس عنقریب وہ ایسی قوم کو لائے جن سے اللہ محبت رکھے گا اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے) سے مراد

هُوَ وَاللَّهِ أَبُو بَكْرٍ وَأَصْحَابُهُ [رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج۳)

مرتدین کے گیارہ گروہ

مرتدین کے گیارہ گروہ تھے، ان میں سے تین گروہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں ظاہر ہو چکے تھے۔

① بنو مدلج اوران کا سردار اسود عنسی، اسے ذوالحمار بھی کہا جاتا تھا، یہ شخص جادوگر تھا جس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور یہاں پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے نبی کریم ﷺ کے عمال کو نکال باہر کیا تھا، پھر رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور سرداران یمن کو ایک خط لکھا تھا، چنانچہ اللہ نے اسے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں انجام تک پہنچایا تھا، جس رات اسے قتل کیا گیا اسی رات نبی کریم ﷺ نے اس کے قتل کی اطلاع مسلمانوں کو دی تھی، جس پر مسلمان خوشی سے جھوم اٹھے تھے، یمن سے اس کے قتل کی خبر دو ماہ بعد آئی تھی، اگلے ہی روز رسول کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تھا۔

② بنو حنیفہ جو مسیلمہ کی قوم تھی، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور نبی کریم ﷺ کی طرف اس نے ایک خط لکھا تھا، جس میں اس نے لکھا تھا کہ

مِنْ مُسَيْلِمَةَ رَسُولِ اللّٰه إِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰه أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْأَرْضَ نِصْفُهَا لِي وَنِصْفُهَا لَكَ (كشاف)

مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف، اس کے بعد پس بے شک آدھی زمین میری ہے اور آدھی تیری ہے۔ اس خط کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے بھی خط روانہ کیا، جس میں تھا کہ

مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللّٰه إِلَى مُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰه يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ، تفسیرکشاف،تفسیرکبیر)

محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب (جھوٹا مسیلمہ) کی طرف، اس کے بعد پس بے شک زمین اللہ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے وہ اس کا اسے وارث بناتا ہے، اور بہترین انجام تقویٰ والے لوگوں کا ہے۔

یہی وہ شخص تھا جس کے خلاف حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لڑائی کی تھی، یہ حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا، حضرت وحشی رضی اللہ عنہ وہی شخص ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے چچا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو نیزے کے ساتھ احد کے دامن میں شہید کر دیا تھا، پھر بعد میں وہ خود اوران کی بیوی ہندہ دونوں مسلمان ہو گئے تھے، مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے

قَتَلْتُ خَيْرَ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَشَرَّ النَّاسِ فِي الْإِسْلَامِ،

میں نے زمانہ جاہلیت میں لوگوں میں سے ایک بہترین انسان کو قتل کیا تھا اور زمانۂ اسلام میں لوگوں میں سے ایک بدترین شخص کو میں نے قتل کیا ہے۔

③ بنو اسد، یہ طلیحہ بن خویلد کی قوم تھی ،اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا تھا، لڑائی کے بعد شکست کھا کر ملک شام کی طرف چلا گیا تھا، پھر بعد میں مسلمان ہو گیا تھا، اور زمانہ اسلام اچھے انداز میں گزارا۔

مرتدین کے سات گروہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہوئے۔

④ فزارہ، عیینہ بن حصن کی قوم ⑤ غطفان، قرّہ بن سلمہ قشیری کی قوم، ⑥ بنو سلیم، فجاءت بن عبد یالیل کی قوم، ⑦ بنو یربوع، مالک بن نویرہ کی قوم، ⑧ بنو تمیم کے کچھ لوگ، سجاح بنت منذر کی قوم، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور مسیلمہ کذاب کے ساتھ شادی رچالی تھی، ⑨ کندہ، اشعث بن قیس کی قوم، ⑩ بنو بکر بن وائل، بحرین میں، حطم بن زید کی قوم۔

ان مرتدین کا اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کام تمام کروایا، مرتدین کا ایک گروہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تھا، غسان جو جبلہ بن الایھم کی قوم سے تھا، جبلہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا تھا، پھر مرتد ہو گیا تھا۔

اس کے ارتداد کا واقعہ یوں ہے کہ ایک دن یہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، اس کی چادر گھسٹ رہی تھی، اس پر ایک شخص کا پاؤں آ گیا، اس نے غصے میں آ کر اسے تھپڑ مار دیا، وہ شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس شکایت لے گیا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ تھپڑ کا بدلہ تھپڑ یا معافی مانگی جائے، اس نے کہا کہ میں اسے ایک ہزار کے بدلے میں خریدتا ہوں، آدمی نے انکار کر دیا، جبلہ مسلسل رقم میں اضافے کی بات کرتا رہا، یہاں تک کہ دس ہزار دینے کی بات کر دی، مگر اس شخص نے وہ بھی لینے سے انکار کر دیا، چنانچہ جبلہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مہلت مانگ لی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے مہلت دے دی، اس کے بعد جبلہ بھاگ کر روم چلا گیا، اس کے بعد مرتد ہو گیا۔ (تفسیر کبیر)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر تم نے کافروں کو اپنا دوست بنا کر دین اسلام کو چھوڑ دیا، اپنے دین سے پھر گئے تو انہیں جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا، جو اس دین حق کی مدد کریں گے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم

میں تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد کچھ لوگ دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائیں گے، اس لیے انہیں مطلع کیا کہ عنقریب اللہ ایسی قوم کو ان کی جگہ لے آئے گا جو اللہ کو چاہتے ہیں اور اللہ انہیں چاہتا ہے، اس تقدیر پر یہ آیت اخبار عن الغیب سے ہے، چنانچہ جس طرح اللہ نے خبر دی ایسے ہی ہوا۔

حضرت علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں جنہوں نے مرتدین کے ساتھ لڑائی کی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَارْتَدَّتِ الْعَرَبُ، وَاشْتَهَرَ النِّفَاقُ، وَنَزَلَ بِأَبِي مَا لَوْ نَزَلَ بِالْجِبَالِ الرَّاسِيَاتِ لَهَاضَهَا (تفسیرکبیرللرازی)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو عرب کے لوگ مرتد ہو گئے، منافقت عام ہو گئی، میرے والد (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) پر وہ کوہ غم ٹوٹا کہ اگر وہ مضبوط پہاڑوں پر بھی اترتا تو انہیں توڑ دیتا۔

امام سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور دین کو غالب کرنے کے لیے ان کی معاونت کی تھی، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل یمن کے بارے میں نازل ہوئی تھی، ایک روایت کے مطابق یہ آیت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا کہ یہ اس جیسے بندوں کے بارے میں اتری ہے۔

کیا آیت کا مصداق علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں؟

جہاں بہت سے واقفانِ احوال نے اس آیت کا مصداق مختلف لوگ بتاتے ہیں وہاں کچھ کرم فرماؤں کا کہنا ہے کہ یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس پر وہ دو وجوہات پیش کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ نبی کریم ﷺ نے خیبر کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا تھمایا، اس سے ایک دن پہلے فرمایا تھا کہ

لَأَدْفَعَنَّ الرَّايَةَ غَدًا إِلَى رَجُلٍ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ

میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اوراس کے رسول ﷺ کو پسند کرتا ہے اوراللہ اوررسول اللہ ﷺ اسے پسند کرتے ہیں۔

ان لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ جو صفات قرآن کریم میں بیان کی گئی ہیں، وہی صفات نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائی ہیں، دونوں میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے، اس لیے اس آیت کا مصداق مولیٰ علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں۔

دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے بعد جو آیت (المائدہ ۵۵) اتاری

إِنَّما وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكاةَ وَهُمْ راكِعُونَ

یہ آیت حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری ہے، اس لیے بہتر اور اولیٰ یہ ہے کہ جب بعد والی آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہے تو اس سے پہلے والی بھی انہی کے حق میں ہو۔

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ کس کس طرح دور کی کوڑھیاں لائی جارہی ہیں، یہ لوگ کس طرح کے دعوے کرتے ہیں اور کس طرح بہت سے خوبصورت ارشادات کو اپنے دلائل بنا کر پیش کرتے ہیں، مگر ان کا ان کے دعوے سے دور کا تعلق بھی نہیں ہوتا، ان لوگوں کا مذہب تو یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت کا اقرار کیا وہ سارے لوگ مرتد ہوگئے ہیں ، کیونکہ انہوں نے واضح نص کا انکار کر دیا ہے، جس میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی امامت کا ذکر تھا، یہ کس قدر بعید از عقل ودانش بات ہے، کس قدر بہتانِ عظیم اور افترا پردازی ہے، اگر ان جہلاء اور عقل کے ماروں کی بات درست ہوتی تو رب العالمین ایسی قوم کو میدان میں اتار دیتے جو ان لوگوں کے ساتھ لڑائی کرتے، ان پر غالب آتے اور انہیں دین حق کی طرف پھیر دیتے، جیسے رب العالمین نے سورۃ المائدہ کی اسی آیت میں ارشاد فرمایا ہے کہ

مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ

اگر تم مرتد ہوگئے تو کوئی بات نہیں اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لائے گا۔

کلمہ "من" یہاں شرط کے مقام پر ہے، جب "کلمہ من" معرض شرط میں ہو تو عموم کے لیے ہو تا ہے ،جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو بھی مرتد ہو گا، دین اسلام سے پھرے گا تو اللہ ایسی قوم کو لائے گا جو ان پر غالب ہو گی ،انہیں رد کرے گی اور ان کی شوکت کو ختم کر دے گی ،اگر ان لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت کے منصب پر فائز کیا تھا تو قرآنی آیت کے مطابق اللہ ایسی قوم کو لے آتا جو ان پر غالب آجاتی اور ان کے نظام کو ختم کر دیتی، ان کے خلاف معرکہ آراء ہوتی، لیکن معاملہ اس طرح ہے نہیں بلکہ اس کے برعکس ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی خلافت کو تسلیم کیا، ان کے ہاتھ پر بیعت کی، ان کے مشیر رہے، ان کا ساتھ دیا، ان کے فضائل و مناقب بیان کیے، انہیں سردار اور سربراہ مانا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں مرتد نہیں سمجھا۔

اگر نعوذ باللہ من ذالک وہ ایسا سمجھتے تو از روئے آیت قرآنی ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے، معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنی چھ چھ فٹ کی کالی زبانیں کھولی ہیں وہی مغلوب ہیں، وہی مقہور ہیں، وہی اپنے باطل مقالات کے اظہار سے ہمیشہ کے لیے روک دیے گئے ہیں، ہم ان کی ہرزہ سرائیوں سے آگاہ ہو چکے ہیں، ان کے مذہب فاسد سے ہم باخبر ہو چکے ہیں، اہل انصاف کے لیے یہ بات واضح ہے۔

ہم دعوے دار ہیں کہ یہ آیت مبارکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی تھی، اس پر ایک دلیل تو ہمارے پاس یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ خصوصیت کے ساتھ مرتدین کے ساتھ لڑنے کے بارے میں نازل ہوئی تھی ،اور یہ بات ناقابل انکار ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف علم جہاد بلند کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے ماتحت تھے، مستقل بالذات معرکہ آرئی انہوں نے نہیں کی تھی ،اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مراد نہیں ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرتدین کے ساتھ کوئی لڑائی نہیں ہوئی، کوئی معرکہ مرتدین کے خلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیش نہیں آیا تھا، اللہ تعالیٰ نے جس پیرائے میں آیت نازل فرمائی اس میں فسوف یأتی مستقبل کا صیغہ استعمال فرمایا ہے، سوف کی صورت میں حال مراد نہیں ہو سکتا، معلوم ہو گیا کہ آیت کے نزول کے وقت یہ قوم موجود نہیں تھی، جس کے ساتھ بعد میں لڑائی کی گئی تھی۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے ؟ تو ہم انہیں واضح کر دیں کہ جن مرتدین کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لڑائی کی وہ اس وقت وہاں موجود نہیں تھی، دوسری بات یہ ہے کہ اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت موجود تھے تو وہ مستقل نہ تھے، اوامر ونواہی پر انہیں اس طرح دسترس نہ تھی، باقی رہ جاتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس وقت موجود تھے جو اوامر ونواہی کے لیے اگرچہ مستقل تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مرتدین کے خلاف کوئی جنگ نہیں ہوئی، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بھی مراد نہیں ہوسکتے کیونکہ مرتدین کے خلاف انہوں نے مستقلاً کوئی لڑائی نہیں لڑی، اس لیے اس آیت کا مصداق وہ نہیں ہوسکتے۔

ایک اور اشکال اور اس کا دندان شکن جواب

اگر اعدائے اسلام یوں کہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف لڑائی لڑی ہے، کیونکہ جو بھی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی امامت کی راہ میں مزاحم ہوا وہی مرتد تھا۔ ہم یہ بات واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ بات بھی باطل اور لغو ہے، اس لیے کہ مرتد کی تعریف یہ نہیں ہے جو کرنے والوں نے کی ہے بلکہ مرتد اس کو کہا جاتا ہے جو شریعت اسلامیہ کو چھوڑ دے، دین اسلام سے پھر جائے، کسی اور مذہب اور دین کو اختیار کرلے، مگر جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی کی ہے وہ بظاہر ایسے نہیں تھے جن کے بارے میں یہ کہا گیا ہے اور ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ انہوں نے ان لوگوں سے لڑائی اس لیے کی تھی کہ وہ دائرہ اسلام سے نکل گئے تھے اور مولیٰ علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں مرتد نہیں قرار دیا تھا، اس لیے یہ لمبی لمبی چھ گزی زبانوں والے جو کچھ اپنے وجوۂ مسودہ سے ہانکتے ہیں یہ نرا تمام مسلمانوں پر بہتان اور الزام ہے ، صرف عام مسلمانوں پر ہی نہیں مولیٰ علی المرتضی رضی اللہ عنہ پر بھی الزام ہے۔

اور اگر ان لمبی لمبی چھ گزی زبان والوں کی یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کی امامت کے خلاف لڑنے والے سارے لوگ مرتد ہیں تو پھر نہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بچے اور نہ ہی ان کے لوگ بچے ، ان سب پر مرتد ہونے کا الزام لگا دیا گیا، اگر جس طرح کہا گیا یہ ایسا ہی ہے پھر تو ایسی قوم

کا ظہور ہونا ہی چاہیے جس کے لیے اللہ فرمارہے ہیں کہ وہ ایسی قوم کو لائے گا جو انہیں صحیح اور درست دین کی طرف موڑدے، لیکن جب یہ بات یقینی اوراٹل ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی امامت میں نزاع کرنا ارتداد نہیں ہے، اگر یہ مرتد ہونا نہیں ہے تو پھراس آیت کا مصداق حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو قرار دینا ممکن نہیں ہے، کیونکہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مرتدین کے خلاف لڑے ہیں، اسی طرح اس آیت کا مصداق اہل یمن کو قرار دینا، اہل فارس کو قرار دینا بھی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں نے مرتدین کے خلاف لڑائی نہیں لڑی، اگر بالفرض یہ کہہ بھی دیا جائے کہ مرتدین کے خلاف ان لوگوں نے لڑائی لڑی ہے تو پھر یوں کہا جائے گا کہ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اتباع اور قیادت میں یہ لڑائی لڑی ہے، بہر حال ہر لحاظ سے کہنا پڑے گا کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، یہ انہی کے ساتھ خاص ہے۔

ہم اس آیت کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے مخصوص ماننے کے باوجود کہتے ہیں کہ چلو فرض کر لیتے ہیں کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف لڑائی لڑی ہے، لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف جو لڑائی لڑی ہے وہ اعلیٰ درجے کی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اپنی امامت کے مخالفین کے خلاف لڑی جانے والی لڑائی کی بہ نسبت بہت زیادہ لڑی ہے، اور یہ بات تواتر سے معلوم ہے، اس لیے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو عرب بے چین ہوگئے تھے، وہ سرکش ہوگئے تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ شخص تھے جنہوں نے مسیلمہ کذاب اور طلیحہ پر غلبہ حاصل کیا، مرتدین کے سات گروہوں کے خلاف لڑائی کی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہ ہیں جنہوں نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف لڑائی کی، جب انہوں نے ایسا کیا تو اسلام کو استحکام ملا، اسلام کی شوکت ظاہر ہوئی، اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوا، جب معاملہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو اسلام مشرق و مغرب تک پھیل چکا تھا، دنیا کے بادشاہ مغلوب ہو چکے تھے، اسلام تمام ادیان عالم و ملل پر غالب ہو چکا تھا، تو اس سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی لڑائی اسلام کی نصرت اور تقویت کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی لڑائی سے بڑی تاثیر رکھتی ہے، تو معلوم ہوا کہ اس آیت سے مقصود ان لوگوں کی تعظیم کرنا ہے جن کی مساعی اور کوششیں اسلام کی تقویت اور نصرت کا ذریعہ ہیں، جب یہ ساری باتیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم واکمل

موجود تھیں تو پھر اس بات کا اعتراف اور اقرار کرنے میں کیا حرج ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور کوئی نہیں ہے۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مصداق صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں تو پھر ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں کچھ صفات بیان کرتے ہیں جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ کس میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں،

☆ پہلی صفت آیت میں یہ بیان کی کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو محبوب رکھتا ہے اور وہ لوگ بھی اللہ کو محبوب رکھتے ہیں، جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس آیت سے مراد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تو یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ اللہ کے اس فرمان میں جو صفت ذکر کی گئی ہے وہ بھی ابو بکر میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہے اور جس کی اللہ یوں صفت بیان کردے اس شخص کے لیے یہ ناممکن اور محال ہے کہ وہ ظالم ہو، وہ غاصب ہو، وہ کسی کا حق غصب کرے، تو یہ صفت تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کو ہی ثابت کرتی ہے۔

☆ پھر دوسری صفت اللہ نے بیان فرمائی کہ وہ لوگ اہل ایمان کے لیے نرم اور کافروں پر سخت ہیں، تو یہ صفت بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں پائی جاتی ہے، اس صفت کی ایک جھلک ہم بیان کر چکے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کس طرح مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کی سرکوبی کی، پھر ان کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ

میری امت پر سب سے زیادہ مہربان اور شفیق ابو بکر ہیں۔ اس فرمان سے آیت میں مذکورہ الفاظ کی تائید ہوتی ہے کہ اس سے مراد ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

☆ اہل ایمان پر مہربانی اور شفقت، کافروں پر سختی اور شدت جیسی صفات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اکمل پائی جاتی ہیں، ابتدائے اسلام میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے، اس زمانہ میں کس قدر کمزوری تھی، کوئی بظاہر طاقت اور قوت دکھائی نہیں دیتی تھی مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کرتے، ان کا دفاع کرتے، ان کے لیے ڈھال بنے ہوئے تھے، ابو بکر صدیق ہمہ وقت ساتھ ساتھ رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سب سے آگے رہتے تھے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس عظیم کام کی بجا آوری کے لیے کسی ظالم، جابر، کسی اونچے اور بڑے کافر کی کبھی پرواہ نہیں کیا کرتے تھے، بس وہ اپنے مشن

میں مست و مگن دکھائی دیتے تھے اور وہ مشن اسلام، اہل اسلام کا دفاع اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کرنا تھا۔

☆ پھر یہیں پر بات تمام نہیں ہو جاتی بلکہ جب ہجرت کی تو بھی ابو بکر پیش پیش تھے، مدینہ میں بھی پیش پیش تھے، معرکوں اور جنگوں میں بھی پیش پیش تھے، مال وزر لٹانے میں بھی پیش پیش تھے، جب مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو اس وقت بھی اسلام اور مسلمان ان کے لیے سب کچھ تھے، وہ کسی اور کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے تھے، وہ کس قدر مصر تھے کہ منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف جہاد کریں گے، یہاں تک معاملہ جا پہنچا کہ وہ یکے و تنہا ان کے خلاف لڑائی لڑنے کے لیے نکلے، اکابر صحابہ کرام ان کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں عرض کرتے ہیں کہ وہ لڑائی کے لیے نہ جائیں، مگر صدیق اکبر نے کسی کی بھی پرواہ نہیں کی، کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہ کی، پھر جب ان کی طرف لشکر روانہ کیا تو انہیں شکست فاش سے دوچار کیا۔

پھر صدیقی شان دیکھیے کہ اللہ نے ان کی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ

أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكافِرِينَ

اہل ایمان کے لیے نرم و شفیق ہیں اور کافروں پر سخت و شدید ہیں۔

یہ صفت بھی اسی عظیم انسان کی ہے جسے دنیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے، یہ صفت انہی کے مناسب اور شایانِ شان ہے، دوسرے مقام پر انہیں باہم یک دگر رحم کرنے والے اور کافروں پر سخت و شدید قرار دیا گیا، پھر عملی لحاظ سے بھی انہوں نے ایسا کر دکھایا، جس سے پتا چل گیا کہ یہی وہ نصیبہ ور لوگ ہیں جن کی مدح و توصیف سے قرآن کریم کا سینہ بھرا ہوا ہے۔

☆ تیسری صفت اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بیان فرمائی ہے

يُجاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلا يَخافُونَ لَوْمَةَ لائِمٍ

وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں تو کسی ملامت گر کی ملامت سے ڈرتے نہیں ہیں۔

اس صفت کے بارے میں ہمیں کھلے دل، ایمانی ضمیر سے اعتراف کرنا ہے، ماننا اور تسلیم کرنا ہے کہ یہ ایسی مشترکہ صفت ہے جو خلیفہ بلا فصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے ہے اسی طرح خلیفہ چہارم، وصی رسول اللہ، حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے لیے بھی ہے، مگر پھر انصاف پسند دل یہی کہتا ہے کہ حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حصہ وافر اس صفت میں مولیٰ علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے زیادہ اتم، زیادہ اکمل پایا جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو کافروں کے خلاف ابتدائے اسلام میں ہی میدان جہاد میں کود پڑے تھے، جب اسلام اور مسلمان کمزور تھے، کافروں کو اس وقت ایک قوت اور شان وشوکت حاصل تھی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی ہمت اور بساط کے مطابق ان کافروں سے لڑائی کرتے تھے، اپنی گنجائش کے مطابق اسلام کا دفاع کرتے تھے، مگر حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے جہاد کی ابتدا تو معرکہ بدر سے ہوئی، معرکہ احد سے ہوئی، جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کی پاسبانی اور دفاع کا کام کیا اس وقت اسلام اور مسلمان کمزور تھے، مگر جب علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے جہاد کا آغاز کیا تو اس وقت اسلام اور مسلمان قوت میں تھے، اسلامی لشکر یکجا تھا، اس لیے کھلے دل سے مان لینا انصاف کا تقاضا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جہاد حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے جہاد سے افضل، اکمل اور اعلیٰ درجے کا تھا، اس کی اکملیت اور افضلیت کا ذکر خود رب العالمین کے ارشادات اور نبوی فرامین سے ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لَا يَسْتَوِي مِنكُمْ مَنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ [الحدید: ۱۰]

جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے قتال کیا اور مال خرچ کیا تم میں سے ان کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جہاد اس وقت تھا جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کمزور تھے، افرادی قوت کی کمی تھی، سازوسامان کے لحاظ سے کمی تھی، مقابلہ نہیں کیا جا سکتا تھا، مسلمان چھپ چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے، دار ارقم کو مستقر بنا کر دین کی دعوت دی جا رہی تھی، ایسے میں جب خانہ کعبہ کے صحن میں اور ابو جہل کے دار الندوہ میں آفتاب اسلام اور پیغمبر اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے ناپاک منصوبے بن رہے تھے، رسول اللہ کو شہادت کا جام پلانے والوں کو انعامات اور تمغہ جات سے نوازنے کی باتیں ہو رہی تھیں تو اس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسا مرد جری و دلیر ہی تھا جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے ڈھال کا کام کر رہا تھا، مگر جب مولیٰ علی المرتضی شیر خدا نے جہاد شروع کیا تو اس وقت اسلام کافی مضبوط تھا، قوت اور طاقت تھی اسی لیے تو مخالفین اور دشمنان اسلام کو کبھی بدر کے میدان میں اور کبھی احد پہاڑ کی چوٹی اور دامن میں کافروں کی تکا بوٹی کرنے کی حکمت عملیاں تیار ہو رہی تھیں۔

☆ چوتھی صفت یہ بیان کی کہ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اس فضل سے نوازتا ہے۔

یہاں غور کا مقام ہے کہ اللہ اپنا فضل اولوالفضل کو دیتا ہے، جیسے سورۃ النور کی آیت ۲۲ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اولی الفضل فرمایا، یہ تاکیدی الفاظ بتاتے ہیں کہ فضل صاحبانِ فضل ہی کو ملا کرتا ہے، جب اللہ نے وہاں صدیق رضی اللہ عنہ کو صاحبِ فضل قرار دیا تو اس فضل عظیم کا حق دار بھی وہی ہے جسے اللہ ذوالفضل والسعہ قرار دے رہے ہیں۔

جب تمام شواہد و دلائل سے یہ بات واضح اور مبرہن ہو چکی ہے کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تو یہ بات تسلیم کر لینے میں کیا حرج ہے کہ یہ تمامی صفات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں بدرجہ اتم واکمل پائی جاتی ہیں، جب یہ بات ثابت ہو چکی تو قطعی طور پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت درست ہے اگر ان کی امامت وخلافت درست نہ ہوتی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر ان صفات کے مستحق ولائق بالکل نہ ٹھہرتے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ مذکورہ فی الآیۃ صفات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پائی جاتی تھیں، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب انہوں نے مسند خلافت وامامت سنبھالی تو یہ ساری صفات ختم ہو گئی تھیں۔

اس پر ہم لاحول ولا قوۃ پڑھتے ہوئے یہی عرض کر سکتے ہیں کہ یہ بات محض باطل ہے، اس لیے کہ رب العالمین جو سینوں کے بھید جانتا ہے اس نے اپنی مقدس، نورانی اور لاریب کتاب میں فرمایا

فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

وہ عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے وہ محبت رکھے گا اور وہ اس سے محبت رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مستقبل کی بات کی ہے، حال کی بات نہیں کی، یہ نہیں فرمایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان صفات کے ساتھ زمانۂ نبوی میں تو موصوف رہیں گے مگر وصال نبوی کے بعد وہ ان صفات سے عین اس وقت

محروم ہو جائیں گے جب وہ علم خلافت اور امامت لہرائیں گے، یہ آیت تو اس موقع پر فٹ بیٹھ رہی ہے جب ان صفات کا حامل مرتدین کے خلاف لڑائی کا میدان گرم کرے گا، مرتدین کے خلاف جہادی علم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی وقت بلند کیا تھا جب وہ مسند خلافت وامامت پر جلوہ افروز ہو چکے تھے، اس لیے ان سیاہ زبان والوں کی یہ بات قطعاً باطل ہے۔

پھر ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان گرامی کے باعث جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں کل ایسے شخص کے ہاتھ میں علم تھماؤں گا جو اللہ اور رسول اللہ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور رسول اللہ اسے محبوب رکھتے ہیں، یہ روایت خبر واحد ہے، تو خبرِ واحد سے تو ان کہنے والوں کے ہاں عمل میں استدلال نہیں کیا جا سکتا، جب خبرِ واحد سے عمل میں استدلال کرنا جائز نہیں ہے تو علم میں استدلال کیوں کر درست ہو گا؟

پھر ہم اہل سنت والجماعت اپنے ایمانی جذبات اور تقاضوں کے پیش نظر ان صفات کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے لیے مان لیں تو بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ صفات ختم نہیں کی جا سکتیں۔

اگر یہ صفات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فی الحال حاصل نہ بھی ہوئیں تو فی المستقبل تو حاصل ہو گئیں تھیں جب انہوں نے مرتدین کے خلاف جہاد شروع کیا تھا، ہم نے ان صفات کا حامل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ٹھہرایا قرآنی ارشادات کی روشنی میں، اور ان لوگوں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ان صفات کا حامل ٹھہرایا خبر واحد سے، تو یہ خبر واحد ان احادیث کے معارض ہے جن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا گیا کہ وہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محب اور محبوب ہیں، جیسے سورۃ اللیل میں فرمایا کہ عنقریب اللہ ان سے راضی ہو جائے گا۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شان بیان فرمائی، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ

ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ اچانک عبد القیس کا وفد آیا، اس وفد میں کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے فضول گفتگو کی اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے ابو بکر! کیا جو کچھ انہوں نے کہا وہ آپ نے سن لیا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ! میں نے سن بھی لیا اور سمجھ بھی لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں جواب دو، حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا اور درست جواب دیا،اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا

يَا أَبَا بَكْرٍ، أَعْطَاكَ اللَّهُ الرِّضْوَانَ الْأَكْبَرَ» فَقَالَ لَهُ بَعْضُ الْقَوْمِ: وَمَا الرِّضْوَانُ الْأَكْبَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «يَتَجَلَّى اللَّهُ لِعِبَادِهِ فِي الْآخِرَةِ عَامَّةً، وَيَتَجَلَّى لِأَبِي بَكْرٍ خَاصَّةً

اے ابو بکر! اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی رضا عطا فرمائی ہے ،کچھ لوگوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ! یہ بڑی رضا کیا ہوتی ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اپنے بندوں کے لیے عام تجلی فرمائیں گے ،جب کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے خاص تجلی فرمائیں گے۔(مستدرک حاکم ج٣ص ٨٣)

ابوالحسن علی بن عمر علامہ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "رویۃ اللہ "میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ان الفاظ سے لائے ہیں، جس میں لعبادہ کی جگہ للناس ہے، فرمایا

إِنَّ اللَّه يَتَجَلَّى لِلنَّاسِ عَامَّةً وَيَتَجَلَّى لِأَبِي بَكْرٍ خَاصَّةً

بے شک اللہ عام لوگوں کے لیے عام تجلی فرمائیں گے مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے خاص تجلی فرمائیں گے۔(رویۃ اللہ للدار القطنی ج ١ص ١٦٠)

حلیۃ الاولیاء میں ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ جو روایت لائے ہیں اس میں عبادہ المومنین کا ذکر ہے، فرمایا

يَتَجَلَّى اللَّه عَزَّ وَجَلَّ فِي الْآخِرَةِ لِعِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ عَامَّةً وَيَتَجَلَّى لِأَبِي بَكْرٍ خَاصَّةً

اللہ عزوجل آخرت میں اپنے ایمان والے بندوں کے لیے عام طرح کی تجلی فرمائیں گے جب کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے خاص طرح کی تجلی فرمائیں گے۔(حلیۃ الاولیاء)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَا صَبَّ اللَّه شَيْئًا فِي صَدْرِي إِلَّا وَصَبَّهُ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ

اللہ تعالیٰ کوئی بات میرے دل میں القاء کرتے ہیں تو وہ بات ابو بکر کے دل میں ڈالتے ہیں۔(تفسیر کبیر)

ان تمام ارشادات کی روشنی میں پتا چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور اللہ اور رسول اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے۔

امامِ اہل سنت کے رشحاتِ قلم

امامِ اہلِ سنت، وکیلِ صحابہ، مجاہدِ ملت اسلامیہ حضرت مولانا علامہ عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم اور ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں، تحریری اور تقریری میدان میں مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے جانفشانی سے کام کیا، النجم کے نام سے ایک ایسا رسالہ شائع کیا کرتے تھے جس میں قرآن وسنت کی روشنی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدح سرائی کی جاتی تھی، ان کی تحریر کردہ کتاب خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور مجموعہ تفسیر آیات کی صورت میں ان کے افادات آج بھی کور چشمان کے لیے سرمۂ بصیرت کا کام کرتے ہیں، سورۃ المائدہ کی اس آیت کے ذیل میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ ہم یہاں نقل کر رہے ہیں۔

امام اہل سنت مولانا عبد الشکور فاروقی مجددی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ المائدہ کی آیت ارتداد نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "اس آیت قتالِ مرتدین پر ایک نظر ڈالو کہ کس طرح خداوند عالمِ غیب نے ایک آئندہ آنے والے ہولناک واقعہ کی پیشین گوئی فرمائی اور اپنے جلال وجبروت کا کس طرح اظہار کیا کہ اے مسلمانو! جو لوگ تم میں سے مرتد ہو جائیں گے خدا نے ان کے قلع قمع کرنے کے لیے عالمِ غیب میں یہ تدبیر مقرر کی ہے کہ خاصانِ خدا کی ایک جماعت ان کے قتال پر منجانب اللہ برانگیختہ کی جائے گی اور وہ ان کی سرکوبی کر دے گی۔

کیفیت اس واقعہ کی یوں ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ میں عرب میں تین قبیلے مرتد ہو گئے اور ہر قبیلہ میں ایک ایک شخص مدعئ نبوت اُٹھ کھڑا ہوا اور ان لوگوں نے بڑا فساد برپا کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تو یہ فتنہ بہت بڑھ گیا، سوا حرمین شریفین اور شہر جواثی کے جو بحرین کے مضافات میں ہے، اکثر مقامات کے لوگ مرتد ہو گئے اور بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو زکوٰۃ لینے کا اختیار نہیں ہے، ایک طرف تو مسلمانوں پر یہ قیامت کبریٰ کہ رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن کا منہ دیکھ کر جیتے تھے ان کا سایہ سر سے اٹھ گیا، دوسری طرف یہ آفت کہ فتنہ ارتداد روز بروز ترقی کر رہا ہے، تیسری طرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر بجانب شام مسلمانوں کا انتقام لینے کے لیے روانہ کر دیا جائے، حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جن کی

قوت قلبیہ نے اس وقت رنگ دکھلایا اور کوہ استقامت بن کر تمام پریشانیوں کو انہوں نے جھیلا اور چند روز میں مطلع اسلام پر جو غبار آگیا تھا اس کو صاف کر دیا۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جس وقت ان مرتدین سے قتال کا ارادہ فرمایا، بعضے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اس امر میں ان سے اختلاف کیا، بعض لوگ تو یہ کہتے تھے کہ ان سے قتال کرنا ہی نہ چاہیے اور بعض کا یہ قول تھا کہ اس وقت مصلحت نہیں ہے، یہ وقت اسلام کے لیے نہایت نازک ہے، اس وقت تالیفِ قلوب سے کام لینا چاہیے، اس طور پر آیت میں جس ملامت کا ذکر ہے وہ ملامت پیش آگئی اور اپنوں کی ملامت بہت زیادہ ناقابل برداشت ہوتی ہے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس ملامت کی کچھ پرواہ نہ کی، اور اپنا کام پورا کر دیا، لایخافون لومۃ لائم کی تصدیق ہو گئی۔

اس ملامت کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے اختلاف کیا اور نرمی کی صلاح دی، جس پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے دو جلال بھرے الفاظ فرمائے کہ آج ان کو سن کر بدن کانپ جاتا ہے، فرمایا:

اَجَبَّارٌ فِي الجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِي الِاسلَامِ

اے عمر! تم جاہلیت میں تو بڑے تند مزاج تھے، اسلام میں ایسے نرم بن گئے۔ اور فرمایا:

تَمَّ الدِّينُ وَانقَطَعَ الوَحیُ اَيَنقُصُ الدِّينُ وَاَنَا حَیٌّ

دین کامل ہو چکا، وحی الٰہی بند ہو گئی، کیا دین پر زوال آئے اور میں زندہ رہوں، یعنی میری زندگی میں دین پر یہ آفت آئے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

راقم سطور (مولانا عبد الشکور لکھنوی) کہتا ہے کہ میں جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اس کلام کو دیکھتا ہوں تو مجھے ایک عجیب بات اس میں نظر آتی ہے، غور سے دیکھو یہ لفظ کہ میری زندگی میں دین ناقص ہو جائے، کیسا کلمہ ہے؟ اس کلمہ کو کہنے کا کس کو حق ہو سکتا ہے؟ کوئی شخص مر جائے اور اس کا صرف ایک اکلوتا بیٹا ہو وہ بے شک کہہ سکتا ہے کہ میری زندگی میں میرے باپ کا مال لٹ جائے، لیکن اگر کسی شخص کے متعدد اولاد ہوں تو ان میں سے کوئی ایک اس کلمہ کو نہیں کہہ سکتا کہ میری زندگی میں میرے باپ کا مال لٹے، اگر کہے گا تو یوں کہے گا کہ ہم لوگوں کی زندگی میں۔

یہ کلمہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا بتلا رہا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی وارث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکلوتے روحانی فرزند وہی ایک تھے ،اس لیے ان کی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ میری زندگی میں دین پر آفت آئے ؟اکلوتا بیٹا موجود اس کی نظر کے سامنے ،اس کے باپ کی بڑی محنت و جانفشانی سے جو باغ تیار ہوا تھا وہ کاٹ ڈالا جائے ،یقیناً حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ادعا اسلام پر ایسا ہی تھا اور انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کام بھی ایسے ہی کیے ، لوگوں نے انہی کو خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا،ان کے بعد پھر کوئی خلیفہ اس نام کا نہیں پکارا گیا بلکہ خلفائے مابعد امیر المومنین کہے گئے۔

امیر المومنین کا لفظ بطور تواضع کے ایک کم درجہ کا لفظ سمجھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے تجویز کیا تھا، جس کو آج طغرائے امتیاز سمجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ استعمال کرتے ہیں، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اس کارنامہ یعنی قتالِ مرتدین کو انجام کار میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بڑی عزت کی نظر سے دیکھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ میری تمام عمر کی عبادت لے لیں اور مجھے صرف اپنی ایک رات اور اپنے ایک دن کی عبادت دے دیں ،اما لیلۃ **فلیلۃ** الغار واما یومہ فیوم الردۃ یعنی رات سے مراد شبِ غار ہے اور دن سے مراد فتنۂ ارتداد کا دن ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قام فی الردۃ مقام الانبیاء یعنی فتنہ ارتداد میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ کام کیا جو پیغمبروں کے کرنے کا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کرِھنَاہُ فِی الاِبتِدَاءِ وَحَمِدنَاہُ عَلَی الاِنتِھاء یعنی ہم لوگوں نے ابتدا میں تو قتال مرتدین کو ناپسند کیا تھا مگر انجام دیکھ کر پھر ہم سب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے شکر گزار ہوئے۔

مَن یَّرتَدَّ۔ ارتداد کی دو قسمیں ہیں، ایک حقیقی یعنی واقعی طور پر کوئی شخص مسلمان ہونے کے بعد دینِ اسلام سے پھر جائے یہ ناممکن اور محال ہے ،چنانچہ دوسری آیتوں میں اس کو بیان فرمایا ہے،دوسرا ارتداد صوری کہ ظاہر میں لوگوں کے دیکھنے میں ایک شخص مسلمان ہوا،اس کے بعد دینِ اسلام سے پھر گیا،جہاں کہیں اِرتداد کا لفظ بولا جاتا ہے،یہی اِرتداد صوری مراد ہوتا ہے۔

فَسَوفَ یَاتِی اللہ ۔خدا کے لانے کا یہاں بھی وہی مطلب ہے جو آیت استخلاف میں خدا کے خلیفہ بنانے کا بیان ہو چکا یعنی یہ مطلب نہیں کہ خدا اس قوم کو عدم سے وجود میں یا ایک ملک سے دوسرے ملک

میں لائے گا، گویا کوئی آواز غیب سے آئے گی کہ یہ لوگ خدا کے لائے ہوئے ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ خدا ان کو اس کام پر آمادہ کرے گا، ان کے دل میں ارادہ اس کام کا مضبوطی کے ساتھ قائم کر دے گا۔

یُحِبُّونَهم وَیُحِبُّونَہ ۔ پہلے خدا نے یہ فرمایا کہ ہم ان سے محبت کرتے ہیں، پھر فرمایا کہ وہ ہم سے محبت کرتے ہیں، اس میں تنزیہ ہے کہ جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے، پہلے خدا کو اس سے محبت ہوتی ہے، اگر خدا کو اس سے محبت نہ ہو تو خدا اس کو اتنی بڑی نعمت نہ دے، خدا جس کو چاہتا ہے اُس کو یہ نعمت دیتا ہے۔

اَذِلَّۃٍ عَلَى المُومِنِینَ ۔ یہ ویسا ہی ہے جیسے سورۃ الفتح میں فرمایا، اَشِدَّآءُ عَلَى الکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَینَهم مسلمانوں سے نرمی اور محبت کرنے کو یہاں اَذِلَّہ کے لفظ سے تعبیر فرمایا وہاں رحماء کے لفظ سے، کفار پر سختی کرنے کو یہاں اعزہ کے لفظ سے بیان فرمایا وہاں اشداء کے لفظ سے

ذالک فضل اللہ ۔ جس قوم کا اوپر بیان ہوا اُس کے اوصاف کی غیر معمولی عظمت اس کلمہ میں بیان فرمائی گئی کہ یہ خدا کی بخشش ہے، خدا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا کے یہاں کچھ بھی کمی نہیں ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص کس انعام کا مستحق ہے۔

یہ آیت نہایت صفائی اور کامل وضاحت کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ برحق ہونے پر اور نیز ان کے اور ان کے ساتھیوں کے اعلیٰ ترین کمالات پر دلالت کرتی ہے۔

اس آیت میں جس قوم یعنی جماعت کا بیان ہے وہ مرتدوں پر اس کے مسلط کرنے کا وعدہ ہے، اس جماعت کی چھ صفتیں بیان فرمائی ہیں،

اول یہ کہ وہ جماعت خدا کی محبوب ہے۔

دوم یہ کہ وہ خدا کی محب ہے۔

سوم یہ کہ وہ مسلمانوں پر مہربان اور متواضع ہے۔

چہارم یہ کہ وہ کافروں پر سخت ہے۔

پنجم یہ کہ وہ راہ خدا میں جہاد کرتی ہے۔

ششم یہ کہ وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتی۔

اب غور کرو کہ یہ صفاتِ کمالیہ کس رتبہ کی ہیں، آیا شریعتِ الٰہیہ میں اب ان سے مافوق بھی کوئی رتبہ ہو سکتا ہے؟

جب تک فتنۂ ارتداد کا ظہور نہ ہوا تھا اُس وقت تک پتہ نہیں چل سکتا تھا کہ اس آیت میں کس جماعت کی تعریف بیان ہو رہی ہے، مگر فتنۂ ارتداد کے ظاہر ہونے کے بعد اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ حق پرست سے اس فتنہ کا اِستیصال مشاہدہ کرنے کے بعد سب کی آنکھیں کھل گئیں اور معلوم ہو گیا کہ آیت میں تعریف حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے رُفقاء کی ہے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے طفیل میں ان کے رُفقاء خدا کے محبوب اور محب ہیں اور جب وہ خدا کے محبوب اور محب ہوئے تو ان کی خلافت بر حق ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے، سوا اس کے کہ جس کا ایمان قرآن شریف پر نہ ہو، اگر کوئی کہے کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہے انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں مرتدوں سے جنگ کی ہے تو جواب اس کا بچند وجوہ ہے۔

اول یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں جن لوگوں سے جنگ کی ان میں کوئی مرتد نہ تھا، سب مسلمان تھے، چنانچہ اہلِ شام کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان نہج البلاغہ میں موجود ہے، جس میں صاف تصریح اہل شام کے نہ صرف مومن بلکہ مومن کامل ہونے کی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس میں لکھا ہے کہ اللہ و رسول پر ایمان رکھنے میں نہ ہم ان سے زیادہ نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں (نہج البلاغہ مطبوعہ مصر قسم دوم)

دوم یہ کہ اگر موافق اصول موضوعہ شیعہ تسلیم کر لیا جائے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مرتد تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑائی مرتدوں سے تھی (نعوذ باللہ من ذالک) تو حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے کیوں جنگ نہ ہوئی؟ حالانکہ آیت کا مقتضایہ ہے کہ بوقت نزول آیت جس قدر کلمہ گو تھے ان میں سے جب کوئی مرتد ہو گا اُس کا قتال ضرور ہو گا، بعض مرتدوں سے قتال ہو یہ آیت کی تکذیب ہے، لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ آیت نہیں ہو سکتی۔

سوم یہ کہ آیت بتلا رہی ہے کہ قتالِ مرتدین میں وہ جماعت کامیاب ہو گی، فتنۂ ارتداد کا قلع قمع ہو جائے گا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی لڑائیوں میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ یوماً فیوماً ان کے مخالفین کا زور بڑھتا گیا، لہٰذا یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں کسی طرح نہیں ہو سکتی۔

چہارم یہ کہ حضرت علی کے ساتھیوں میں آیت کے موعودہ اوصاف باتفاق فریقین نہ تھے، نہج البلاغہ میں بہت سے خطبے ہیں، جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب کی بزدلی اور جہاد سے اُن کا پیچھے ہٹنا بیان فرمایا ہے، پھر بھلا ایسے لوگوں کے حق میں یہ آیت کیسے ہو سکتی ہے؟ (ہفت روزہ دعوت لاہور، صدیق اکبر نمبر، خلفائے راشدین علامہ خالد محمود)

ایک اور اشکال اور اس کے جوابات

امام اہلِ سنت حضرت مولانا علامہ عبد الشکور مجددی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معرکۃ الآراء مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر کوئی کہے کہ امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں اس آیت کی پیشین گوئی پوری ہو گی تو اس کے بھی کئی جواب ہیں۔

اول یہ کہ آیت لفظ منکم بتلا رہی ہے کہ یہ پیشین گوئی صرف زمانۂ نزول کے لیے ہے، یعنی اس وقت کے لوگوں میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو اس کے لیے آیت مذکورہ وعید ہے اور قطع نظر لفظ منکم سے اگر آیت کو عام کر دیا جائے تو مشاہدہ کے خلاف لازم آئے گا، آج جو لوگ مرتد ہو رہے ہیں کون سی قوم ان پر مسلط ہوتی ہے۔

دوم یہ کہ بفرض محال بلا دلیل ہم آیت کو نزول کے ساتھ خاص نہ رکھیں، تو بھی زمانۂ نزول ضرور مراد ہو گا، آیت میں بطور شرط و جزا کے بیان ہوا ہے، لہٰذا اگر ہزار ہا فتنۂ ارتداد پیدا ہو تو ہر مرتبہ مرتدین پر قوم موصوف کا تسلط ہونا چاہیے اور یہ مسلم ہے کہ آخر عہد نبوی اور خلافت اولیٰ میں بعض عرب قبائل مرتد ہوئے، لہٰذا ان پر قوم موصوف کا تسلط ضروری ہوا، پس امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت کے لیے مخصوص کرنا آیت کی تکذیب ہے۔

المختصر حضراتِ شیعہ اس آیت کی کوئی تاویل نہیں کر سکتے، تاویل اگر ہو سکتی تھی تو یہ اس زمانہ میں فتنۂ ارتداد کے وقوع سے انکار کرتے مگر متواتر واقعات کا انکار امکان سے باہر ہے، ان کے مؤرخین اور مفسرین اس کو تسلیم کر رہے ہیں، چنانچہ تفسیر منہج الصادقین وغیرہ دیکھنے سے صاف ظاہر ہے۔ (ہفت روزہ دعوت، صدیق اکبر نمبر)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سابقون الاولون میں سے ہیں

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سابقون الاولون کے ساتھ اپنی رضامندی کا اظہار فرمایا ہے، چاہے وہ مہاجرین تھے چاہے وہ انصار تھے، جب ان کے ساتھ اللہ نے راضی ہونے کا اعلان کر دیا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو ان سب کے سردار تھے، ان کے بڑے تھے، ان سب کے با اعتماد تھے وہ بدرجہ اولیٰ اور بدرجہ اکمل اس پروانۂ رضا کے مستحق قرار پائے، اللہ نے ان خوش نصیبوں کا تذکرہ یوں فرمایا ہے

وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (١٠٠)التوبہ

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی خدا ان سے خوش ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں۔ اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے، عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بچوں میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے، گویا کہ یہ لوگ ابتدائی دور میں ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے، ان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے درجے کے مومن اور مسلم ہیں۔

صحابہ کرام بارے خوش بخت اور بد بخت گروہ

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ذیل میں اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

فَقَدْ أَخْبَرَ اللَّهُ الْعَظِيمُ أَنَّهُ قَدْ رَضِيَ عَنِ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ: فَيَا وَيْلُ مَنْ أَبْغَضَهُمْ أَوْ سَبَّهم أَوْ أَبْغَض أَوْ سبَّ بَعْضَهُمْ، وَلَا سِيَّمَا سيدُ الصَّحَابَةِ بَعْدَ الرَّسُولِ وَخَيْرُهُمْ وَأَفْضَلُهُمْ، أَعْنِي الصِّدِّيقَ الْأَكْبَرَ وَالْخَلِيفَةَ الْأَعْظَمَ أَبَا بَكْرِ بْنَ أَبِي قُحَافَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَإِنَّ الطَّائِفَةَ الْمَخْذُولَةَ مِنَ الرَّافِضَةِ يُعَادُونَ أَفْضَلَ الصَّحَابَةِ وَيُبغضونهم وَيَسُبُّونهم، عِياذًا بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ. وَهَذَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ عُقُولَهُمْ مَعْكُوسَةٌ، وَقُلُوبَهُمْ

مَنْكُوسَةٌ، فَأَيْنَ هَؤُلَاءِ مِنَ الْإِيمَانِ بِالْقُرْآنِ، إِذْ يسبُّون مَنْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ؟ وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَإِنَّهُمْ يَتَرَضُّونَ عَمَّنْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَيَسُبُّونَ مَنْ سَبَّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، وَيُوَالُونَ مَنْ يُوَالِي اللَّهَ، وَيُعَادُونَ مَنْ يُعَادِي اللَّهَ، وَهُمْ مُتَّبِعُونَ لَا مُبْتَدِعُونَ، وَيَقْتَدُونَ وَلَا يَبْتَدُونَ وَلِهَذَا هُمْ حِزْبُ اللَّهِ الْمُفْلِحُونَ وَعِبَادُهُ الْمُؤْمِنُونَ (تفسیرابن کثیر۴/ ۲۰۳)

اللہ تعالیٰ عظیم و کبیر خبر دیتا ہے کہ وہ سابقین اولین مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سے خوش ہے اور ان سے بھی خوش جو احسان کے ساتھ ان کے متبع ہیں۔ افسوس ان پر ہے، خانہ خراب وہ ہیں جو ان سے دشمنی رکھیں، انہیں برا کہیں یا ان میں سے کسی ایک کو بھی برا کہیں یا اس سے دشمنی رکھیں۔ خصوصاً صحابہ انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کے سردار سب سے بہتر و افضل صدیق اکبر خلیفۂ عظیم حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ سے جو بھی بغض رکھے یا ان کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ بولے اللہ اس سے ناراض ہے۔ رسوائے مخلوق رافضیوں کا بدترین گروہ افضل صحابہ رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے، ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ اللہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہی بات دلیل ہے اس پر کہ ان کی عقلیں الٹی ہیں اور ان کے دل اوندھے ہیں۔ انہیں قرآن پر ایمان کہاں ہے؟ جب کہ یہ ان پر تبرا بھیجتے ہیں جن کی بابت قرآن میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا اظہار کھلے لفظوں میں بیان کرتا ہے۔ رضی اللہ عنہم۔ ہاں اہلسنت ان سے خوش ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اور ان کو برا کہتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے برا کہا ہے۔ اللہ کے دوستوں سے وہ محبت کرتے ہیں۔ اللہ کے دشمنوں کے وہ بھی دشمن ہیں۔ وہ پیروکار ہیں بدعتی نہیں۔ وہ پیروی اور اقتدا کرتے ہیں۔ نافرمانی اور خلاف نہیں کرتے۔ یہی جماعت اللہ تعالیٰ سے کامیابی حاصل کرنے والی ہے اور یہی اللہ کے مومن بندے ہیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بلا اختلاف اول السابقین ہیں

شمس الدین علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

لَا خِلَافَ أَنَّ أَوَّلَ السَّابِقِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ

اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ مہاجرین میں سب سے اول حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ (قرطبی ۸/ ۲۳۷)

جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسلام ظاہر کیا

ابو محمد حسین بن مسعود بغوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں

لما أَسْلَمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَظْهَرَ إِسْلَامَهُ وَدَعَا إِلَى اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ، وَكَانَ رَجُلًا مُحَبَّبًا سَهْلًا وَكَانَ أَنْسَبَ قُرَيْشٍ وَأَعْلَمَهَا بِمَا كَانَ فِيهَا، وَكَانَ تَاجِرًا ذَا خُلُقٍ وَمَعْرُوفٍ، وَكَانَ رِجَالُ قَوْمِهِ يَأْتُونَهُ وَيَأْلَفُونَهُ لِغَيْرِ وَاحِدٍ مِنَ الْأَمْرِ، لِعِلْمِهِ وَحُسْنِ مُجَالَسَتِهِ، فَجَعَلَ يَدْعُو إِلَى الْإِسْلَامِ مَنْ وَثَقَ بِهِ مِنْ قَوْمِهِ، فَأَسْلَمَ عَلَى يَدَيْهِ فِيمَا بَلَغَنِي عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَالزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَطَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ، فَجَاءَ بِهِمْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ اسْتَجَابُوا لَهُ أسلموا وصلّوا، فكان هؤلاء الثمانية نفر الَّذِينَ سَبَقُوا إِلَى الْإِسْلَامِ، ثُمَّ تتابع الناس في الدخول إلى الإسلام(تفسیربغوی ج۲ص ۳۸۱)

جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے توانہوں نے اپنا اسلام ظاہر کیا، لوگوں کو اللہ اور رسول اللہ کی طرف دعوت دی، وہ ایسے آدمی تھے جن سے محبت کی جاتی تھی، جن سے ملنا آسان تھا، قریش کے نسب کو خوب جانتے تھے وہ ایک بااخلاق تاجر تھے، مشہور آدمی تھے، ان کی قوم کے لوگ بغیر کسی غرض کے، ان کے علم اوران کی خوبصورت مجلس کی وجہ سے ان کے پاس آتے تھے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان میں سے جس پر اعتماد ہوتا تھا اسے اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کر دیتے تھے، توان کے ہاتھ پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے، آپ ان کولے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، اس وقت انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کر لیا تھا، مسلمان ہوگئے تھے، نماز پڑھ چکے تھے یہ آٹھ لوگ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے، پھر لوگ پے در پے اسلام میں داخل ہونے لگے۔

سابقون الاولون میں اہلِ علم کے اقوال

جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر "زادالمسیر فی علم التفسیر" میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ ، میں چھ اقوال ہیں

① حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مرادوہ لوگ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں (خانہ کعبہ اور بیت المقدس) کی طرف منہ کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔

② امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سابقون الاولون سے مرادوہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر حدیبیہ میں بیعت الرضوان کی تھی۔

③ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ السابقون الاولون سے بدر والے مراد ہیں۔

④ السابقون الاولون سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی، محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے تمام اصحابِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کر دیا اور ان کے نیکوکار اور گناہ گار کے لیے جنت واجب کر دی۔

⑤ علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ السابقون الاولون سے مراد وہ لوگ ہیں جو پہلے فوت ہوئے اور شہادت کی موت پائی اور اللہ کے ثواب کی طرف انہوں نے سبقت کی۔

⑥ علامہ قاضی ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ السابقون الاولون سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہجرت سے پہلے اسلام قبول کیا۔ (زاد المسیر ج ۲ ص ۲۹۲)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی السابقون الاولون سے وہ لوگ مراد لیے ہیں جنہوں نے خانہ کعبہ شریف اور بیت المقدس شریف کی طرف منہ کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز ادا کی تھی اور پھر معرکۂ بدر میں بھی شرکت فرمائی تھی۔

لفظ سابقین مجمل ہے

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز تفسیر مفاتیح الغیب میں السابقون الاولون سے ہجرت اور نصرت میں سبقت کرنے والے مراد لیے ہیں اور اسی کو درست قرار دیا ہے، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ چونکہ سابقین کے لفظ کو مجمل ذکر کیا گیا ہے، اور اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ کس بات میں سبقت مراد ہے، ہاں صرف ان لوگوں کا ایک وصف یہ بیان کیا گیا کہ مہاجرین ہیں اور انصار ہیں، جس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ اس سے مراد ہجرت اور نصرت ہے، تو اس سے بات واضح ہو گئی کہ السابقون الاولون سے ہجرت اور نصرت کرنے والے مراد ہیں، ہجرت اور نصرت مراد لینے سے وہ اجمال ختم ہو جاتا ہے۔

ہجرت اور نصرت مراد لینا درست ہے

پھر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہجرت اور نصرت مراد لینا میرے نزدیک اس لیے بھی درست ہے کہ ہجرت ایک ایسا کام ہے جو انسانی نفس اور دل پر سخت گراں گزرتا ہے اور طبیعت کے خلاف ہے، اس لیے جس شخص نے سب سے پہلے ہجرت کی وہ ان لوگوں کے لیے اس اطاعت اور پیروی میں ایک نمونہ اور ماڈل بن گیا، چونکہ یہ اقدام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک مضبوط کرنے کے لیے تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے خوف وحشت کو ختم کرنے کا ذریعہ تھا، اسی طرح نصرت (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور مدد) میں سبقت کرنے والے مراد ہیں، تو اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف تشریف لائے تو جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت اور خدمت کی وہ عظیم منصب پر فائز ہو گئے، یہی وجوہات ہیں جن کے باعث ضروری ہے کہ السابقون الاولون سے مراد وہ لوگ ہوں جنہوں نے پہلے پہل ہجرت کی تھی۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی ہجرت میں فرق

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ہم کہتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، اس لیے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مصروف تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر جگہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے، اس لیے اس منصب عظیم میں دوسروں کی نسبت ان کا حصہ اونچے درجے کا تھا، رہی بات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی، اگرچہ مہاجرین اولین میں وہ بھی شامل تھے۔

مگر صرف فرق اتنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد ہجرت کی تھی، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاموں کو سرانجام دینے ہی کے لیے پیچھے ٹھہر گئے تھے، مگر ہجرت میں پہل تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔

اس لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حصہ اس فضیلت میں بھی وافر ہوا، جب یہ بات ثابت ہو گئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ محکوم علیہ ہو گئے، اس لیے کہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور یہ فضیلت کے اعلیٰ مراتب ہیں، اونچے درجات ہیں، جب یہ بات ثابت ہو گئی تو ضروری ٹھہرا کہ

امامِ برحق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ہوں ،اگر (نعوذ باللہ من ذالک) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت باطل ہو جائے تو وہ لعنت اور ناراضگی کے مستحق ہو جائیں گے ، اور یہ بات اس عظمت و تعظیم کے منافی ہے،اس لیے یہ آیت مبارکہ

أَدَلِّ الدَّلَائِلِ عَلَى فَضْلِ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، وَعَلَى صِحَّةِ إِمَامَتِهِمَا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں اوران کی امامت کے درست ہونے کے دلائل میں سب سے بڑی دلیل ہے۔(تفسیر کبیر ج ۱۶ ص ۱۲۸)

ایک اشکال اوراس کا جواب

یہاں السابقون الاولون میں مہاجرین اورانصار میں سے جن لوگوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ مراد کیوں نہیں لیے جارہے ؟ کیونکہ ان لوگوں نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا جب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی، مسلمان تھوڑے تھے اور کمزور بھی تھے،ان لوگوں کے ایمان لانے اوراسلام قبول کرنے کی وجہ سے مکہ اور مدینہ کے مسلمان مضبوط ہوئے تھے۔

ان کے اسلام لانے کی وجہ سے مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک دل ان کے اسلام کی وجہ سے مضبوط ہو گیا تھا، دوسرے لوگوں نے بھی ان کی پیروی کی تھی ،ان لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح تھی جس نے کسی اچھے کام کی بنیاد ڈالی ہو،اوراس کے لیے اس کام کا اجر اوراس پر عمل کرنے والے کا بھی اجر قیامت تک اسے ملتا ہے ؟

دشمنانِ صحابہ کرام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ تو کہتے ہیں کہ وہ اس آیت کے تحت اول المھاجرین ہیں،اوروہ ان کی یہی پوزیشن تسلیم کرتے ہیں،اس حالت سے اگلی حالت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں،بلکہ وہ یوں کہتے ہیں کہ خلافت اورامامت کا منصب سنبھالنے کی وجہ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ فضیلت بھی ختم ہو گئی تھی، بھلا ایسا کیوں کہا جاتا ہے ؟

پھران کا یہ کہنا کہ سابقین کو سابقین پر محمول کر دیا جائے ،جو اسلام پہلے پہلے لائے وہ مراد لیے جائیں، اس طرح کرنا مدعا پر دلالت نہیں ہے ،کیونکہ اللہ نے یہاں مطلق سابق کا لفظ استعمال فرمایا ہے ،اطلاق کی

صورت میں یہ لفظ کسی بھی معاملے کے لیے فٹ ہو سکتا ہے، اسلام میں پہلے کرنے والے بھی مراد ہو سکتے اور ہجرت میں پہل کرنے والے بھی مراد ہو سکتے ہیں، مگر اس سے ہجرت مراد لینا یہ زیادہ بہتر ہے۔

دشمنانِ صحابہ کا یہ کہنا کہ اس سے مراد وہ لیے جائیں جنہوں نے اسلام لانے میں پہل کی تھی، تو ان کی خدمت میں یہی عرض کیا جاسکتا ہے کہ آپ کی مراد اور ہماری مراد میں خاصا فرق ہے، ہم السابقون الاولون سے جب ہجرت کرنے میں سبقت مراد لیتے ہیں تو اس میں اسلام میں سبقت کرنے والے بھی آجاتے ہیں، کیونکہ ہجرت میں سبقت کرنا، اسلام میں سبقت کرنے کو شامل ہے، مگر تمہاری خواہش کے مطابق اگر اسلام میں سبقت کرنا مراد لی جائے تو اس میں ہجرت میں سبقت کرنے والے شامل نہیں ہو سکتے، اس لیے دیانتدارانہ طریقہ یہی ہے کہ السابقون الاولون سے وہ لوگ مراد لیے جائیں جنہوں نے ہجرت کرنے میں پہل کی تھی۔

چلو اگر ہم فرض کرلیں کہ یہاں السابقون الاولون سے مراد وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے تھے تو یہ دیکھنا پڑے گا کہ السابقون الاولون جمع کا صیغہ ہے، تو جمع کے لیے کم زکم ایک جماعت تو ہونی چاہیے تو ضروری ٹھہرا کہ اس میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ وغیرہ لوگ شامل ہوں، پھر یہ بھی فرض کرلیں کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے ایمان لائے تھے یا حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پہلے ایمان لائے تھے؟ مگر اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ ابو بکر سابقین الاولین میں سے ہیں، اہلِ علم و دانش کا اس پر اتفاق ہے کہ مردوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عورتوں میں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، بچوں میں علی المرتضی رضی اللہ عنہ، غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے، اس تقدیر پر بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سابقین الاولین میں ہیں۔

پھر یہ بات بھی کوئی معمولی نہیں ہے کہ ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے میں سبقت کرنا بھی کارِ عظیم تھا، اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دلی تقویت ملی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا ملا، آپ رضی اللہ عنہ دوسروں کے لیے ایک نمونۂ عمل بن گئے، یہ فضیلت بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے کامل درجے کی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ ایمان لائے، اسلام میں داخل ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ بڑی عمر کے آدمی تھے، لوگوں میں آپ رضی اللہ عنہ کو شہرت حاصل تھی۔

بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ کی اقتدا کی، اسلام قبول کرنے کے کچھ دنوں بعد آپ رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، ان کو اسلام لانے کی ترغیب دی، پھر کچھ دنوں بعد انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بھی اسلام قبول کرلیا، اس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ان کے اسلام لانے، ایمان قبول کرنے کی وجہ سے اسلام کو قوت اور شان وشوکت نصیب ہوئی۔

یہی وہ اقدام تھا جو دوسروں کے لیے ایک نمونہ بن گیا، یہ چیز حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمیں نہیں ملتی، کیونکہ ابتدا میں وہ بچے تھے، جب اسلام کمزور تھا، اسلام کو جب قوت کی، طاقت کی، مضبوطی کی ضرورت تھی تو اس وقت خود علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی قوت کی ضرورت تھی، راہبری وراہنمائی کی ضرورت تھی، جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میں قوت وطاقت آئی تو اس وقت اسلام بھی طاقتور ہوچکا تھا، مضبوط ہوچکا تھا، تو پتا چل گیا کہ والسابقون الاولون طبقے کے سربراہ اور سرخیل سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور کوئی نہیں تھا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سند امتیاز

پھر ان لوگوں کا یہ کہنا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت طلب کرنے کے بعد اس صفت سے کیسے موصوف رہ سکتے ہیں؟

اس پر ہم واضح طور پر یہ کہہ سکتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ کہہ سکتے ہیں، بغیر کسی ڈر اور خوف کے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی حرماں نصیب، شپرہ چشم انہیں ان کے اس مقام اور مرتبے سے نیچے نہیں لاسکتا، اس لیے کہ انہیں اللہ نے ایک سندِ امتیاز دی ہے جس میں واضح طور پر موجود ہے کہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔

یہ سند تمام حالات، تمام اوقات، تمام ازمنہ میں انہیں حاصل ہے، چاہے وہ طلبِ امامت کا زمانہ اور وقت تھا، چاہے اس کے علاوہ کوئی وقت تھا، یہ نہیں کہ اگر وہ امامت طلب نہ کرتے تو پھر یہ اعزاز انہیں حاصل رہتا اور امامت کے حصول کے بعد یہ اعزاز ان سے چھن گیا، ہمیں سمجھنا اور سمجھانا ہے کہ رب العالمین سینوں کے بھید، مچھلیوں کے پیٹ، پہاڑ کے غاروں کی تاریکیوں میں ذرہ ذرہ کو جانتا ہے، وہ سیاہ رنگ کی چیونٹی

کی سیاہ رنگ کے پتھر پر چلنے والی نقل و حرکت کو جانتا ہے اور دیکھتا ہے، اسے علم ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منصبِ امامت سے پہلے کیا پوزیشن تھی؟ اور اس کے بعد کیا پوزیشن تھی؟

یہاں ہر اعتبار اور ہر لحاظ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہے، اللہ نے اسی لیے ماضی کا صیغہ استعمال فرمایا ہے، جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی، حال اور استقبال کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا، معلوم ہوا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اللہ ہر حال میں راضی ہے اور جس سے اللہ ایک بار راضی ہو جاتا ہے کبھی ناراض نہیں ہوتا۔

سندِ رضا عطا کرنے میں اِس قدر تاکیدی کلام کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے ہجرت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سبقت کا ذکر کیا، پھر یہاں رضی اللہ عنھم فرمایا جس سے ان کی تعظیم و تکریم واضح ہوتی ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چونکہ صلح حدیبیہ میں بھی شریک تھے، اس موقع پر بھی اللہ نے شرکاء بیعت کے ساتھ راضی ہونے کا اعلان کیا، جب یہ لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر موت کی بیعت کر رہے تھے، وہاں اللہ نے ماضی کا صیغہ بھی استعمال فرمایا، پھر لام تاکید بھی شروع میں استعمال فرمایا۔

پھر قد حرف تاکید بھی استعمال فرمایا، صحابہ کرام اور ان کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ کے راضی ہونے پر شک اور تردد نہیں تھا کہ اتنی تاکیدی کلام کی جاتی، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اللہ کے علم میں تھا کہ ایک زمانے میں کچھ حرماں نصیب، بدبخت کمینے اور سفلے لوگ پیدا ہوں گے جو میرے قرآن کی آیات کا کسی نہ کسی شکل میں انکار کریں گے، ان کے لیے یہ تاکیدی کلام استعمال فرمایا۔

رضا کی سند کیوں ملی؟

اللہ نے انہیں عظیم الشان اس لیے بنایا کہ انہوں نے ہجرت میں پہل کی تھی، اسی وجہ سے ان کو پروانہ رضا ملا کہ اللہ ان سے راضی اور یہ لوگ اللہ سے راضی ہیں، گویا رضا کا ملنا معلول ہے اور ہجرت کرنا علت ہے ، جب تک علت موجود رہے گی معلول کا ترتب ہوتا رہے گا، ہجرت میں پہل کرنا ایک ایسی صفت ہے جو ان

کی موجودگی کی تمام مدت میں موجود رہے گی، اس لیے ضروری ہے کہ ان کی موجودگی کی تمام مدت میں اللہ کی رضا انہیں حاصل رہے۔

مہاجروں اور انصار کے لیے مزید انعامات کی بارش

پھر اللہ تعالیٰ نے ہجرت میں پہل کرنے والے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اللہ نے ان کے لیے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری وساری ہیں، ان جنتوں کو ان کے لیے متعین بھی کر دیا ہے، یہ فرمان اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ جن لوگوں کو یہ انعامات اور اعزازات ملیں گے وہ انہی صفات اور خوبیوں پر قائم دائم رہیں گے۔

کوئی بھی دانا اور بینا یہ نہیں کہہ سکتا کہ اگر یہ لوگ ایمان کی حالت پر باقی رہیں گے تو یہ جنتیں انہیں ملیں گی، اس لیے کہ اللہ ان کے ظاہر اور باطن کو اچھی طرح جانتا تھا، اللہ کے علم میں تھا کہ کون کیا کیا کرے گا؟ کیسی کیسی حالت پر کون کون رہے گا؟ ایمان پر کون جما رہے گا اور کون پھر جائے گا؟ ہرزہ سراؤں کے مغالطوں، دھوکہ بازیوں، شعبدہ بازیوں کے باوجود یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے اور ان کی امامت کے قطعی طور پر درست ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

اگر ذرا سا عقل و شعور بھی انسان کے پاس موجود ہو تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ اعتقاد مضبوط کر لے کہ یہ بہت ہی نیک انسان تھے، اس لیے تو اللہ نے انہیں رضا کا پروانہ دیا، اللہ نے ان کے لیے جنتیں تیار کر دی ہیں، جنتیں ان کے لیے سنواری گئی ہیں، اللہ گناہ گاروں سے، غاصبوں سے، دوسروں کا حق سلب کرنے والوں سے، دوسروں کی خلافت وامامت پر قبضہ کرنے والوں سے، دوسروں کے باغ وباغیچے پر اپنا پنجہ گاڑنے والوں سے کبھی راضی نہیں ہوتا، انہیں جنت نہیں دیتا، ان کی مدح سرائیاں نہیں کرتا، ان کو ہمیشہ کی جنتوں کی خوشخبری نہیں سناتا، ان کے حق میں اپنی آخری اور پیاری کتاب میں سنہری کلمات استعمال نہ کرتا۔

دعوت فکر وعمل

عاقبت نااندیشوں کو سوچنا چاہیے کہ بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے خلاف صبح وشام ان کی زبانیں زہر اگلتی ہیں، کیا وہ ان آیات کا مصداق ہیں یا نہیں ہیں؟ اگر وہ ان آیات کا مصداق ہیں تو پھر ان کی شرعی عظمتوں کو وہ تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ اگر ان آیات کا مصداق یہ عظیم لوگ نہیں ہیں تو پھر اور کون سی مخلوق ان آیات کی مخاطب ہے؟ یا کس کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہیں؟ اگر ان آیات کا مصداق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں تو کیا یہ آیات ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ، ولید یا دیگر اسلام دشمنوں کے بارے میں اتری ہیں؟ جنہوں نے ان پاسدارانِ نبوت کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا تھا، جو صبح وشام اذیتیں دیتے تھے، جو صبح وشام منفی پروپیگنڈہ کرتے تھے؟ یہ مقام غور ہے، مقام فکر وعمل ہے۔

جو لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نہیں مانتے

اللہ کے قرآن پر اگر یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں تو پھر قرآنی تعلیمات کو سچا سمجھیں جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہونے کا اعلان کیا گیا ہے، ان کے لیے جنتوں کو تیار کرنے اور سنوارنے کا ارشاد ایک جگہ نہیں کئی مقامات پر موجود ہے، جو لوگ ان آیات کو سمجھتے بوجھتے ہوئے بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم، حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو نہ مانیں، ان کی فضیلتوں کا اقرار نہ کریں تو ان کو کون دانا اور عقل مند انسان مسلمان سمجھے گا، مسلمان ہونے کے لیے اللہ کی کتاب پر ایمان لانا ضروری ہے، اس کی ایک ایک آیت پر ایمان لانا ضروری ہے، جب اس کی آیات میں موجود احکامات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو یہ در حقیقت قرآن کا، قرآن اتارنے والے کا اور جس پر قرآن اترا ہے اس کا انکار ہے جب ان سب کا انکار کر دیا تو اب اسلام کہاں رہا؟ ایمان کہاں رہا؟ مسلمان کہاں رہا؟

حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم المرتبت ہستی تو اپنی تعلیمات میں ان آیات کا مصداق ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو مانتی ہے، ان کے لیے اللہ کی رضا کو مانتی ہے، ان کے لیے جنت کو تسلیم کرتی ہے، امام باقر رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کو ادب سکھاتے تھے جو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی عیب جوئی کرتے تھے، ان پر تبصرے کرتے اور انہیں تنقید کا نشانہ بناتے تھے، ناقدین اور دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم کو امام باقر رحمۃ اللہ علیہ اسلام سے خارج

سمجھتے تھے ،اس لیے امام باقر یا دیگر ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا نام لینے والوں کو چاہیے کہ صرف ان کا نام ہی استعمال نہ کریں ان کی تعلیمات پر بھی عمل کریں، جن کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبتوں کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اپنی اولادوں کے نام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھے ہوئے تھے، خصوصا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے ناموں پر ان کے بچوں کے نام آج بھی کتابوں میں موجود ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

ناقدینِ صحابہ رضی اللہ عنہم ، دشمنانِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبانوں اور بیانوں میں یہ بات آتی ہے کہ آیات میں ان مہاجرین اور ان انصار رضی اللہ عنہم کی تعریف وستائش کی گئی ہے جنہوں نے خالص اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہجرت کی تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی تھی، ان مہاجرین رضی اللہ عنہم اور ان انصار رضی اللہ عنہم کی ان آیات میں تعریف وستائش نہیں کی گئی جنہوں نے لالچ کرتے ہوئے ہجرت اور نصرت کی تھی، کسی کاہن اور نجومی سے انہوں نے سن لیا تھا کہ ہجرت کرنے سے انہیں مال ملے گا۔

یہ کس قدر افسوس کی بات ہے، احمقوں کی جنت میں بسنے والوں کو علم نہیں کہ اس وقت دولت کی ریل پیل کہاں تھی، وہاں تو مار پڑ رہی تھی، وہاں تو گھروں سے نکالا جا رہا تھا، وہاں تو عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا، وہاں تو جینا محال کر دیا گیا، پیغمبر اسلام کو ستایا جا رہا تھا، ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس طرح مارا گیا کہ انہیں بے ہوش کر دیا گیا، مہاجرین نے کس مال و دولت کی حرص کے لیے ہجرت کی تھی، کون سے خزانوں کی انہیں اطلاع دی گئی تھی، مدینہ کے انصار جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی نصرت و مدد کی تھی انہیں ان لوگوں سے کیا لالچ تھا جو لٹ پٹ کر، اپنے گھروں اور ساز و سامان کو چھوڑ کر پردیس میں پہنچے تھے، اگر مہاجروں نے ہجرت اور انصار نے نصرت محض مال و دولت کے حصول کے لیے کی تھی تو پھر اللہ تعالیٰ جو سینوں کے بھید جانتا ہے اس نے ان کو راضی ہونے کی سند کیوں دی؟ ان کو جنت کی خوشخبری کیوں سنائی گئی؟

قرآن کریم میں تو مہاجروں کے لیے واضح بتایا گیا ہے کہ

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ(الحشر ۸)

فقیر مہاجروں میں سے جو لوگ اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے متلاشی ہیں، وہ اللہ اور رسول اللہ کے مددگار ہیں، یہی لوگ سچے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی صفات بیان کی ہیں، جن کے بارے میں ایمان وایقان سے تہی دست و تہی دل لوگ اول فول باتیں کرتے اور اپنی آخرت برباد کرتے ہیں، ذرا ملاحظہ فرمایئے،

① ایک تو اللہ نے فرمایا کہ یہ فقراء ہیں۔

② اللہ نے یہ فرمایا کہ یہ مہاجر ہیں۔

③ اللہ نے یہ فرمایا کہ یہ اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے ہیں، یعنی انہیں مکہ کے لوگوں نے ان کے گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا تھا۔

④ اللہ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے فضل اور اللہ کی رضا کے متلاشی تھے، فضل سے مراد جنت کا ثواب ہے اور رضا سے مراد اللہ کی بڑی رضا مراد ہے، جس کو سورۃ توبہ میں رضوان اللہ الاکبر کہا گیا ہے۔

⑤ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہیں، اپنی جانوں اور اپنے مالوں کے ذریعے۔

⑥ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ تو سچے لوگ ہیں، یعنی انہوں نے کسی دنیوی لذت کی خاطر ہجرت نہیں کی، انہوں نے سختیاں برداشت کیں، تکلیفیں اٹھائیں، شدائد اور مشکلات برداشت کیں تو صرف اور صرف دین کی خاطر، ان کی سچائی تو ان کے دین میں ظاہر ہوتی ہے۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ان مہاجروں کی صفت بیان کی گئی ہے، جس میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ وہ لوگ لالچ میں آکر ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے، ارشاد ہے

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ (الحج)

وہ لوگ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے، وہ یہی کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

پتا چلا کہ ان کو اپنے گھروں سے اس لیے نکالا گیا کہ کافران کے ایمان لانے اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ناراض ہو گئے تھے، رب العالمین کو اپنا پروردگار ماننے کی وجہ سے کافروں کو تکلیف پہنچی تھی، اس لیے وہ ان مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتے تھے، انہیں دکھ دیتے تھے، ان کی زندگی انہوں نے اجیرن کر دی تھی،

وہ خوشی سے اپنے گھروں سے نہیں نکلے تھے، بلکہ قرآنی آیات میں واضح طور پر موجود ہے کہ وہ نکلے نہیں تھے بلکہ نکالے گئے تھے، خود نکلنے اور نکالنے میں بڑا فرق ہے، کوئی معمولی سا آدمی بھی خوشی سے اپنا گھر بار نہیں چھوڑتا، انسان تو انسان کوئی پرندہ، کوئی چڑیا اپنا گھونسلا خوشی سے نہیں چھوڑتی۔

تو یہ لوگ غریب و نادار تھے، مگر غیرت مند لوگ تھے ان کا کوئی اور مقصد، مطلب اور غرض انہیں اپنے گھروں سے نہیں نکال رہی تھی بلکہ مجبوری انہیں اپنے گھروں سے بے گھر، خانماں سے بے خانماں، دیس سے بے دیس اور وطن سے بے وطن کر رہی تھی، وہ خالص اللہ کے لیے اپنے وطن کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے، انہوں نے گھر بار چھوڑ دیے، رشتہ دار، عزیز چھوڑ دیے، مگر اللہ کا نام نہیں چھوڑا اور دامن رسول ﷺ نہیں چھوڑا، پتا چلا کہ دشمنان صحابہ عقل و خرد سے عاری ہیں جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ الحشر (٩١) میں اللہ تعالیٰ انصار مدینہ کی تعریف کرتے ہیں کہ

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اور وہ (مال) ان کے لیے بھی ہے کہ جنہوں نے ان سے پہلے (مدینہ میں) گھر اور ایمان حاصل کر رکھا ہے جو ان کے پاس وطن چھوڑ کر آتا ہے اس سے محبت کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں اس کی نسبت کوئی خلش نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا جائے اور وہ اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا جائے پس وہی لوگ کامیاب ہیں۔

مہاجرین کا استقبال کرنے والے ایسے لوگوں کو اللہ کامیابی کی سند دے رہا ہے، مگر دشمنان صحابہ انہیں طعنے دے رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے ذاتی مفادات کے لیے مہاجروں کی نصرت کی، یہ سراسر اللہ کی کتاب پر الزام ہے، ان پاکباز اور پاک طینت لوگوں کی نیتوں پر حملہ ہے۔

یہ رب العالمین سے مقابلہ کرنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے، رب صحابہ کرام کو مومن کہے مگر اپنے کو مومن کہلوانے والے ان کو مومن ماننے سے انکار کر دیں، اللہ صحابہ کرام کے ایمان کو معیار قرار دے اور یہ ایمان کے علمبرداران کو خالی از ایمان قرار دیں، اللہ صحابہ کرام کو رضا کا پروانہ دے مگر

یہ انکار کردیں کہ نہیں اللہ ان سے راضی نہیں ہوا، اللہ ان کو جنت دینے کا فیصلہ کردے مگر یہ کہیں کہ نہیں جنت ان کے لیے نہیں ہے۔

اللہ کہے کہ انہوں نے میرے لیے ہجرت کی ہے، یہ کہیں کہ نہیں مال و دولت کے لالچ کے لیے کی ہے اللہ کہے انہوں نے مہاجروں، اسلام اور پیغمبر اسلام کی نصرت میرے لیے کی ہے تو یہ ذوالوجہین کہیں کہ نہیں انہوں نے لالچ کے لیے ایسا کیا ہے، تو ہمیں بتایا جائے کہ اللہ نے راضی ہونے کا اعلان کن کے لیے کیا ہے؟ کفار مکہ کے لیے؟ منافقین مدینہ کے لیے؟ پاپائے روم کے لیے، قیصر و کسریٰ کے لیے؟ جنت کن کے لیے تیار کی ہے؟ اور کس لیے بنائی گئی ہے؟ فرعون، ہامان، قارون، شداد اور ابوجہل کے لیے؟

حدیبیہ کے مقام پر صدیق اکبر کی غیرت ایمانی

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح میں ارشاد فرمایا

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (۱۸) الفتح

بے شک اللہ مسلمانوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے پھر اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پس اس نے ان پر اطمینان نازل کردیا اور انہیں جلد ہی فتح دے دی۔

جو لوگ جانثارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف زبان طعن دراز کرتے ذرا نہیں ہچکچاتے انہیں تھوڑی سی شرم بھی ہوتی تو وہ قرآنِ کریم کی ان آیات کے سامنے جھک جاتے، سر تسلیم خم کر لیتے کہ قرآن کریم کس طرح ماضی کے صیغے استعمال کرتے ہوئے ان لوگوں کی مدح سرائی کرتا چلا جا رہا ہے۔

اللہ ان سے اس طرح راضی ہو گیا کہ اس بیعت کا نام ہی بیعت رضوان پڑ گیا، جو اس بات کا پتا دیتی ہے کہ سر فروشانِ رسول حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صبح و شام وقف کیے ہوئے تھے مہاجروں کے سردار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمات جہاں دوسرے معرکوں میں نمایاں اور واضح ہیں وہاں حدیبیہ کے مقام پر ایک ببول کے درخت کے نیچے چودہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر بیعت بھی فرمائی تھی۔

جب آپ ﷺ حدیبیہ کے سامنے غدیر الاشطاط نامی جگہ پر پہنچے تو مخبر نے خبر دے دی تھی کہ قریش مکہ آپ کو بیت اللہ کی زیارت اور عمرہ نہیں کرنے دیں گے ،بلکہ انہوں نے آپ کے ساتھ جنگ کرنے کی پوری تیاری کر رکھی ہے ،حالانکہ آپ ﷺ نے اس موقع پر صرف عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تھا،اسی لیے آپ ﷺ نے احرام باندھا تھا،اسی موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا تھا، جس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو تسلی دی تھی کہ

يَا رَسُولَ اللّٰهِ خَرَجْتَ عَامِدًا لِهٰذَا الْبَيْتِ لَا تُرِيدُ قَتْلَ أَحَدٍ وَلَا حَرْبَ أَحَدٍ فتوجه لَهُ فَمَنْ صَدَّنَا عَنْهُ قَاتَلْنَاهُ (فتح الباری شرح البخاری ۵/ ۳۳۴)

یارسول اللہ! آپ تو بیت اللہ کی زیارت کی غرض سے نکلے ہیں، آپ کا ارادہ کسی کو قتل کرنے یا کسی سے لڑنے کا نہیں ہے، آپ اس کی طرف متوجہ رہیے، جس نے ہمارا راستہ روکا ہم اس سے لڑائی کریں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے یہ مبارک الفاظ سن کر ہی نبی کریم ﷺ نے تسلی بھرا حکم فرمایا تھا کہ امْضُوا على اسْم الله بنام خدا بڑھتے چلو۔(فتح الباری ابن حجر عسقلانی)

اس کے بعد آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیبیہ کے مقام پر پہنچے ،جہاں سے انہوں نے بدیل بن ورقاء نامی ایک شخص کے ہاتھ قریش مکہ کو ایک دھمکی آمیز اور مصلحت آمیز پیغام بھیجا کہ ہم تو صرف عمرہ کرنے آئے ہیں، لڑائی جھگڑا ہمارا مقصد نہیں ہے تم مصالحت کر لو ورنہ قسم بخدا اس وقت تک تمہارے ساتھ لڑوں گا جب تک میری گردن تن سے جدا نہیں ہو جاتی ،اسی دھمکی کا نتیجہ تھا کہ قریش نے مصالحت ہی میں عافیت سمجھی ،چنانچہ انہوں نے عروہ بن مسعود کو بات چیت کے لیے روانہ کیا،یہ شخص تیز طرار اور چالاک تھا، آپ ﷺ نے اس سے بھی وہی بات کی جو بدیل بن ورقاء الخزاعی سے کی تھی، عروہ بن مسعود نے کہا کہ اے محمد! اگر آپ نے اپنی قوم سے جنگ کر کے انہیں ختم کر ڈالا تو کیا آپ نے اس سے پہلے کبھی کسی کے بارے میں سنا ہے جس نے خود ہی اپنی قوم کو ختم کر دیا ہو،اور اگر قریش کی بجائے آپ کو

شکست ہو جاتی ہے تو میں آپ کے ساتھیوں میں ایسے ملے جلے لوگ دیکھ رہا ہوں جو آپ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک شریف الطبع انسان تھے، حلیم اور بردبار تھے، جلدی غصے میں نہیں آتے تھے مگر عروہ بن مسعود کی یہ اشتعال انگیز اور شر انگیز گفتگو سن کر ان کے صبر کا پیالہ لبریز ہو گیا اور اس کو فرمانے لگے

امْصُصْ بِبَظْرِ اللَّاتِ، أَنَحْنُ نَفِرُّ عَنْهُ وَنَدَعُهُ؟(بخاری باب شروط الجهاد)

بد معاش! کیا ہم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ سکتے ہیں؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی سے لبریز گفتگو سن کر عروہ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اسے بتلایا گیا کہ یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، تو اس کے بعد اس نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تمہارا مجھ پر احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں آج تک نہیں اتار سکا ہوں تو میں تمہیں جواب دیتا (بخاری)

اس واقعہ کو یہاں نقل کرنے کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں شریک تھے، جس میں شرکت کرنے والوں کے فضائل قرآن کریم اور زبانِ مصطفی ﷺ سے موجود ہیں۔

کس قدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعزاز اور شرف کی بات ہے، مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم کے اعلیٰ مقام کی بات ہے کہ اللہ انہیں راضی ہونے کی سند دے رہا ہے، دنیا میں جس کو کسی ادارے سے سند ملے تو وہ اسے نمایاں جگہ پر سجاتا ہے، اس کی حفاظت کرتا ہے، اسے اپنی ذاتی دستاویزات میں رکھتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم کس قدر خوش نصیب ہیں جن کو سندیں اللہ کی طرف سے مل رہی ہیں، ان کی حفاظت قرآن کریم کر رہا ہے اور قیامت تک ان کی اس سند کی حفاظت کرتا رہے گا۔

حدیبیہ کے مقام پر بیعت کرنے والوں کو یہ اعزاز ملا کہ اللہ نے ان کی بیعت کا نام ہی "بیعت رضوان" رکھ دیا ہے، جس میں فرمایا گیا کہ اللہ نے ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اسے ظاہر کر دیا ہے، اللہ جانتا تو پہلے ہی تھا، صلح حدیبیہ کے بعد تو اس نے ان کے دل کو نہیں جانا بلکہ جو کچھ ان کے دل میں تھا اسے ظاہر کر دیا، جیسے

اللہ نے منافقین کے نفاق کو ظاہر کر دیا، کہ ان کے دلوں میں کوڑھ ہے، حسد ہے، بغض ہے، عناد ہے، بیماری ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل کے اندر جو کچھ تھا اس کو ظاہر کیا کہ وہ دل کے سچے، ارادے کے پکے اور وفادار لوگ ہیں، طمع اور لالچ سے ان کا دل خالی ہے، کھوٹ اور کدورت، حسد اور بغض سے ان کا دل صاف ہے، وہ دوسروں کے بارے میں غلط خیالات کو دل میں نہیں پالتے، اسی لیے اللہ ان سے راضی ہوا، اسی لیے اللہ نے ان کے لیے سکینہ یعنی دلی اطمینان نازل کیا، تاکہ دلجمعی سے وہ دین کا کام کرتے رہیں، اسی لیے اللہ نے ان کے لیے جنتیں تیار کی ہیں، ان جنتوں کے نیچے سے پانی کے چشمے رواں دواں ہیں، ان میں گاؤ تکیے اور مسہریاں ہیں، طرح طرح کی نعمتیں ان کے لیے آراستہ اور تیار کی گئی ہیں۔

اللہ اور رسول اللہ کی پیروی جنت جانے کا ذریعہ ہے

اللہ نے سورۃ الفتح کی آیت سترہ میں واضح فرما دیا ہے کہ

"جو اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اسے وہ جنتوں میں داخل کرے گا" اللہ نے اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اس آیت میں جنتوں میں داخل کرنے کی علامت بنا دیا ہے، پھر کیا شان ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اسی اطاعت کے ساتھ یہاں بیعت رضوان والوں کا ذکر کر دیا، ان کی طرف سے اللہ کی اطاعت پر اللہ نے ان کے لیے سند جاری کر دی کہ ایمان والوں سے اللہ راضی ہو گیا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنے کی صورت میں کی، تو اس پر اللہ نے انہیں جنت میں داخل کرنے کا فرمان سنایا، کیونکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا تقاضا ہے کہ ان خوش نصیبوں کو جنت ملے جنہوں نے اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے اپنی دنیا داؤ پر لگا دی تھی۔

قرآنی آیت کے اسلوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اداؤں سے کس قدر خوش ہے، کس قدر راضی ہے، اسی خوشی میں انہیں آنے والے دنوں میں فتوحات کی خوشخبری سنادی، غنیمتوں کا مال ملنے کی اطلاع دے دی، قرآنی آیت کے اسلوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ ببول کے نیچے بیٹھنے والے یہ فدائی، یہ جانثار جنہوں نے موت کی بیعت کر لی تھی کس قدر مخلص تھے، کسی ایک حرف و لفظ سے ایسا اندازہ نہیں ہوتا کہ ان لوگوں نے منشاء ربانی اور منشاء نبوی کے خلاف کوئی کام کیا ہو، رضا کا پروانہ اس نے دیا جو سدا بہار ہے۔

دشمنانِ اصحاب ان آیات کو بار بار دیکھیں، ان کی تہہ میں جائیں، یوں تو وہ باب علم کی طرف اپنی نسبت کرتے تھکتے نہیں ہیں ذرا ان کی تعلیمات کی تہہ میں ان جاںثاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو بھی تو دیکھیں، کیا ان آیات میں اللہ نے ان کے دعووں کی قلعی نہیں کھول دی، جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو مخلص ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، جو ان کی پاکیزگی اور پاک طینتی کو ماننے کے لیے آمادہ نہیں ہیں، جن لوگوں پر اللہ ہمیشہ کے لیے راضی ہو گیا، جن کے لیے ہمیشہ کی جنت اس نے تیار کر دی، کیا ان میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستیاں موجود نہ تھیں؟ کم از کم ببول کے درخت کے نیچے حدیبیہ کے مقام پر چودہ سو یا ایک روایت کے مطابق پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو تسلیم کر لو۔

مخلصانہ دعوت

ہم مخلصانہ دعوت دیتے ہیں کہ عشق اہل بیت کے کھوکھلے دعوے کی بجائے سچا دعویٰ اختیار کرو اور سواد اعظم میں واپس لوٹ آؤ، قرآنی آیات کو مان لو، قرآنِ کریم تمہارے لیے اِتمام حجت کر رہا ہے، کہیں اندھے، بہرے بن کر دوزخ کی ہولناک وادیوں میں نہ کود جاؤ، یہاں جون، جولائی اور اگست کی جھلسا دینے والی گرمی برداشت کرنا مشکل ہے تو دوزخ کی دھکتی آگ کو کیسے برداشت کرو گے؟ جو صرف جھلسائے گی نہیں بلکہ چمڑیاں ادھیڑ ڈالے گی، ہمارا دینی فرض ہے کہ ہم تمہیں گمراہی، جہالت، ضلالت اور جادۂ کفر سے ہٹا کر اسلام کے خوبصورت جھنڈے تلے لا کھڑا کریں، اس کے لیے تمہیں قرآن کریم کی عظمت کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شرعی عظمتوں کا خیال اور پاس رکھنا ہو گا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر بدری قیدیوں سے فدیہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت اور علو شان کا اندازہ ایک اور آیت مبارکہ سے لگایا جائے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رائے کو عملی جامہ پہنایا، اس پر اللہ نے ایک تنبیہی حکم دیا

لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ الانفال

اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو تم نے لیا اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب ہوتا۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے بعد جب قیدی قید کر لیے گئے تو آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تمہاری ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

اے اللہ کے نبی! یہ چچا کے بیٹے اور خاندان کے لوگ ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ان سے فدیہ لیا جائے تاکہ کفار کے مقابلہ میں ہمیں قوت حاصل ہو اور شاید اللہ انہیں اسلام کی ہدایت دے۔ پھر آپ نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابن خطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میری رائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مختلف ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالہ کر دیجئے تاکہ ہم ان کی گردنیں اڑائیں۔ عقیل کو علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کیجئے کہ وہ اس کی گردن اڑا دیں۔ میرے حوالے فلاں کو کیجئے تاکہ میں اس کی گردن اڑادوں۔ اس لیے کہ یہ لوگ کفر کے ستون اور سرغنے ہیں۔

ترمذی کی روایت کے مطابق بدر کے دن حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے تھے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے صحابہ کرام کو اختیار دیں کہ وہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے لیں یا انہیں قتل کر دیں۔ (ترمذی)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو مشیروں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مشورہ سنا، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشورے کو عملی جامہ پہناتے ہوئے بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔

① اس آیت سے بھی یہ بات کھل کر معلوم ہو رہی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دونوں مہاجر بھی تھے اور بدری صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی شامل تھے، جن کے فضائل روایات میں موجود ہیں۔

② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں سے مشورہ کرنا بھی معلوم ہوا۔

جب ان دونوں کا مہاجر ہونا ثابت ہوا تو قرآن کریم میں مہاجروں کے جس قدر فضائل اور مناقب بیان ہوئے ہیں ان سب کے حق دار یہ دونوں جنتی شہزادے بھی تھے، اس سے ان لوگوں کی دروغ گوئی دم توڑ گئی جو کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ از مہاجرین اولین نبودند۔

اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نرم دل ہونے کا ذکر کیا، ان کی تعریف وستائش کرتے ہوئے ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی، اسی طرح ان کو حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت نوح کے ساتھ تشبیہ دی تھی، فرمایا

وَإِنَّ مَثَلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَثَلُ إِبْرَاهِيمَ (تفسیر کبیر للرازی ج۱۵ ص ۵۰۸)

بے شک اے ابو بکر! تیری مثال ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے پر ناراضگی کا اظہار کیا، جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روتے رہے۔ (تفسیر بیضاوی)

رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآنی آیات کی روشنی میں ہم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب ذکر کیے ہیں، اگر مزید لکھا جاتا تو شاید اتنے ہی صفحات مزید لکھے جاتے، انشاء اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور تاریخی حوالہ جات سے بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل، مناقب اور کمالات کا ذکر کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شرعی عظمتوں کو ماننے، تسلیم کرنے اور ان کے ناموس کی پاسداری کرنے کی توفیق دے، اللہ تعالیٰ جس طرح ان لوگوں سے راضی ہوا، اس کی بارگاہ میں پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور وسیلے سے التجا ہے کہ وہ ہم سے بھی راضی ہو جائے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

☆☆☆

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

قرآنی آیات کا مطالعہ کرنے والوں کے علم میں یہ بات آچکی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کوئی معمولی انسان نہیں تھے، جن کے تذکرے آسمانوں پر ہیں، جن کے تذکرے جبریل کی زبان پر ہیں، جن کے تذکرے عرشِ بریں کے سب سے آخری پیغام قرآن کریم میں ہیں، جن کو اللہ کی طرف سے اولوالفضل کہا گیا، جن کو اللہ کی طرف سے سلام پہنچایا گیا، جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر دکھ سکھ کا ساتھی اور جگری دوست کہا گیا، جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بااعتماد دوست ہونے کا شرف ملا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب کس طرح بیان ہوئے وہ ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

میں اگر کسی کو خلیل بناتا تو صدیق رضی اللہ عنہ کو بناتا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن منبر پر ارشاد فرمایا:

إِنَّ رِجْلَيَّ عَلَى تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ، أَوْ تُرَعِ الْحَوْضِ، وَإِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللَّهُ أَنْ يَعِيشَ فِي الدُّنْيَا مَا أَحَبَّ، يَأْكُلُ مِنْهَا مَا أَحَبَّ، وَبَيْنَ لِقَاءِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَإِنَّ الْعَبْدَ اخْتَارَ لِقَاءَ اللَّهِ» ، قَالَ: فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، وَهُوَ قَرِيبٌ مِنَ الْمِنْبَرِ، حَتَّى قَالَ شَيْخٌ مِنَ الْأَنْصَارِ: مَا يُبْكِي هَذَا؟ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، أَوْ رَجُلًا مِنَ النَّاسِ، قَالَ: وَعَرَفَ أَبُو بَكْرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا عَنَى نَفْسَهُ، فَلَمَّا ذَهَبَتْ عَبْرَتُهُ فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي، بَلْ نَفْدِيكَ بِآبَائِنَا وَأَنْفُسِنَا، فَقَالَ عِنْدَ ذَلِكَ: «مَا أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ أَعْظَمَ عَلَيْنَا حَقًّا فِي صُحْبَتِهِ، وَمَالِهِ، مِنِ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُهُ خَلِيلًا، وَلَكِنْ وُدٌّ وَإِخَاءُ إِيمَانٍ

میرے دونوں پاؤں جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہیں، یا حوض کوثر کے دروازے پر ہیں ، اور بے شک ایک بندہ کو اللہ نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا میں زندہ رہے جس قدر وہ رہنا چاہتا ہے ، جو پسند کرتا ہے وہ اس میں سے کھائے، اور اسے اللہ کی ملاقات کا بھی اختیار دیا گیا ہے، مگر اس بندے نے اللہ کی ملاقات کو ترجیح دی ہے، فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے درانحالیکہ وہ منبر کے قریب تھے، یہاں تک کہ

انصار میں سے ایک بوڑھے نے کہا: اس شخص کو کس نے رلایا ہے؟ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے کسی شخص کا ذکر کیا تھا یا لوگوں میں سے کسی کا ذکر کیا تھا، فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ذکر کیا ہے، جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آنسو تھم گئے تو فرمایا: میرے ماں باپ قربان ہو جائیں، بلکہ ہم اپنے ماں باپ کو اور اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیں، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا لوگوں میں سے کسی کا بطور صحبت اور بلحاظ مال کے اتنا بڑا حق ہم پر نہیں ہے سوائے ابن ابی قحافہ کے، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو میں اسے خلیل بناتا، لیکن محبت اور بھائی چارے کا اور ایمانی رشتہ بدستور موجود ہے۔

یہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قدر احسانات اور مناقب ذکر فرمائے ہیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بنالیا جائے، مگر میرے لیے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دوستی اور اخوت اسلامی کا رشتہ ہی کافی وافی ہے۔

خلیل فعیل کے وزن پر خلۃ سے ہے، خلۃ کا معنی ہے دوستی، بعض اہل لغت کا کہنا ہے کہ خلیل کا معنی محب، محب کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ

وَالمُحِبُ الَّذِي لَيْسَ فِي محبّتِهِ نَقصٌ وَلَا خَلَلٌ

محب اسے کہتے ہیں جس کی محبت اور دوستی میں کوئی خلل اور نقص نہ پایا جائے۔

ارباب علم و دانش نے حبیب اور خلیل کے درمیان بحث کی ہے کہ دونوں میں زیادہ افضل کون ہے؟ کئی کئی صفحات پر اس موضوع پر دلائل و براہین کے انبار لگا دیے ہیں، ہم نے اپنی کتاب "صلاۃ وسلام علی سید الانام" میں اس موضوع پر کچھ نہ کچھ عرض کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام میں یہ شانِ امتیازی عطا فرما رکھی تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے تھے اور اللہ ان سے محبت رکھتا تھا، اس درجہ کی محبت کہ جس میں کسی قسم کا نقص اور خلل نہیں تھا۔ اسی طرح خلیل کی تعریف یوں کی گئی ہے

الْخَلِيل من: تخَلّل الْمَوَدَّة الْقلب وتمكنها مِنْهُ

خلیل اسے کہتے ہیں کہ جس کی محبت دل میں سرایت کر گئی ہو اور وہاں جگہ بنالی ہو۔

حدیث شریف میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب اور فضائل کے ذکر کرنے کے بعد جو جملہ ارشاد فرمایا اس کا مطلب یہ ہوا کہ خلۃ یعنی دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ خلیل کے مناقب اور فضائل کی رعایت رکھی جائے، اس کی دوستی کا حق ادا کیا جائے، اس کے معاملات میں دل کو مشغول رکھا جائے، مگر میرے دل میں جو گوشے موجود ہیں ان سب میں اللہ ہی اللہ ہے، اس میں کسی اور کی گنجائش نہیں ہے، وہاں خالق کے لیے جگہ ہے مخلوق کے لیے نہیں ہے، اللہ کی ذات کے علاوہ دل کسی طرف مائل ہی نہیں ہوتا، اگر اس کے علاوہ کسی کی اس دل میں گنجائش ہوتی تو یقیناً صدیق یہاں بسیرے کرتا۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلۃ کا معنی ہے کسی کا محتاج ہونا، کسی کی طرف سب سے کٹ کر یکسو ہو جانا، تو خلیل اللہ کا مطلب یہ ہے کہ سب سے کٹ کر اللہ کی طرف ہونے والا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ خلیل اسے کہتے ہیں جو اپنی تمام تر ضروریات اور حاجات کو اللہ ہی میں منحصر رکھے، بعض کہتے ہیں کہ خلۃ کا معنی ہے کسی کو خاص کر لینا، بعض کہتے ہیں کہ خلۃ کا معنی ہے چن لینا، ابراہیم علیہ السلام و خلیل اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کی دوستی اللہ کے لیے ہوتی تھی اور دشمنی بھی اللہ کے لیے ہوتی تھی، بعض کہتے ہیں کہ خلیل اسے کہتے ہیں کہ جس کے دل میں اپنے دوست کے علاوہ کوئی سما نہ سکے، اس معنی کے لحاظ سے اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی محبت نے میرے دل میں کسی کے لیے جگہ نہیں چھوڑی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتے تھے مگر ان سے خلت کی نفی فرمائی، جیسے اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو محبوب رکھتے ہیں مگر خلت کے لیے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص کیا۔

اس ارشاد گرامی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی منقبت اور شان بیان کی گئی ہے، کوئی شخص اس منقبت میں ان کا شریک نہیں ہے، اس حدیث کا مطلب بعض محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یوں بیان کیا ہے کہ اگر میں دین کے معاملات میں کسی کو خاص کرتا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس لائق تھے کہ میں ان کو خاص کرتا، جب ان کو خاص نہیں کیا تو کسی اور کو کیسے خاص کر سکتا ہوں، یہاں ان لوگوں کو دل پر ہاتھ رکھ کر سوچنا چاہیے جو کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم اور دین کی بعض چیزوں کے ساتھ خاص کیا ہے جو انہی کا خاصہ ہیں کسی اور کا نہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب

بعض روایات میں آتا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اوصانی خلیلی، اخبرنی خلیلی، جب کہ یہاں فرمایا کہ میں کسی کو خلیل بناتا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بناتا، یعنی میرا اللہ کے سوا کوئی خلیل نہیں ہے، توان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کیوں فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا یہ فرمانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے منافی نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیل نہیں بناتے، اگر کسی صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلیل بنالیا تو یہ اور بات ہے، خلۃ کا معنی جانبین سے نہیں پایا جاتا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری کی شرح فتح الباری میں فرماتے ہیں

قَالَ الدَّاوُدِيُّ لَا يُنَافِي هَذَا قَوْلَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي ذَرٍّ وَغَيْرِهِمَا أَخْبَرَنِي خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّ ذَلِكَ جَائِزٌ لَهُمْ وَلَا يَجُوزُ لِلْوَاحِدِ مِنْهُمْ أَنْ يَقُولَ أَنَا خَلِيلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِهَذَا يُقَالُ إِبْرَاهِيمُ خَلِيلُ اللَّهِ وَلَا يُقَالُ اللَّهُ خَلِيلُ إِبْرَاهِيمَ

داؤدی نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ وغیر ہما کا یہ کہنا کہ مجھے میرے خلیل نے خبر دی ہے، یہ اس فرمان گرامی کے منافی نہیں ہے، اس لیے کہ ان کے لیے یہ کہنا جائز ہے مگر ان میں سے کسی کے لیے یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ یوں کہے کہ میں خلیل النبی ہوں، اسی لیے یوں تو کہا جاتا ہے ابراہیم خلیل اللہ مگر یوں نہیں کہا جاتا خلیل ابراہیم۔ (فتح الباری ۷/ ۱۳)

ایک اشکال اور اس کا جواب

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیل بنایا، جیسے روایت ہے

إِنَّ أَحْدَثَ عَهْدِي بِنَبِيِّكُمْ قَبْلَ مَوْتِهِ بِخَمْسٍ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ إِلَّا وَقَدِ اتَّخَذَ مِنْ أُمَّتِهِ خَلِيلًا وَإِنَّ خَلِيلِي أَبُو بَكْرٍ أَلَا وَإِنَّ اللَّهَ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ روز پہلے ان کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی امت میں سے کسی کو خلیل نہ بنایا ہو اور بے شک میرا خلیل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، بے شک اللہ نے مجھے خلیل بنایا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے۔ (فتح الباری ۷/ ۲۳)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مسلم شریف میں موجود حضرت جندب رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کے معارض ہے

سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِخَمْسٍ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ

انہوں (جندب رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو موت سے پانچ روز پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک میں اللہ کی طرف برأت کا اعلان کرتا ہوں کہ تم میں سے کسی کو خلیل بناؤں۔

ان دونوں روایتوں کو نقل کرنے کے بعد ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اگر حضرت ابی بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث ثابت ہو جائے تو ان دونوں روایات میں تطبیق ممکن ہے وہ اس طرح کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برأت کا اعلان کیا تو اس کی وجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے رب کے لیے تواضع اور انکساری ہے اور اس کی عظمت کا اقرار ہے، اور جس روایت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلت (دوستی) کا ذکر فرمایا اس میں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا میلان ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو انہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اعزاز میں ایسا فرمانے کی ایک دن کے لیے اجازت دی ہو۔

صدیق رضی اللہ عنہ پاسبان رسول ہیں

حضرت ابو ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب دونوں نے غار ثور کی راہ لی تو

فَجَعَلَ أَبُو بَكْرٍ يَمْشِي خَلْفَهُ وَيَمْشِي أَمَامَهُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لَكَ؟ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخَافُ أَنْ تُؤْتَى مِنْ خَلْفِكَ فَأَتَأَخَّرُ، وَأَخَافُ أَنْ تُؤْتَى مِنْ أَمَامِكَ فَأَتَقَدَّمُ، قَالَ: فَلَمَّا انْتَهَيَا إِلَى الْغَارِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَمَا أَنْتَ حَتَّى أَقُمَّهُ. قَالَ نَافِعٌ: فَحَدَّثَنِي رَجُلٌ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَأَى جُحْرًا فِي الْغَارِ فَأَلْقَمَهَا قَدَمَهُ وَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنْ كَانَتْ لَسْعَةٌ أَوْ لَدْغَةٌ كَانَتْ بِي وَقَالَ مَرَّةً: وَنَحْنُ فِي الْغَارِ: لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ إِلَى قَدَمَيْهِ لَأَبْصَرَنَا تَحْتَ قَدَمَيْهِ، قَالَ: فَقَالَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ، مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللَّهُ ثَالِثُهُمَا؟(فضائل الصحابہ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلتے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا: آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا: یا رسول اللہ! مجھے جب پیچھے سے خطرہ

محسوس ہوتا ہے کہ کوئی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو پیچھے سے گزند نہ پہنچادے تو میں پیچھے ہو جاتا ہوں اور جب مجھے آگے سے خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو آگے سے دکھ نہ پہنچادے تو میں آگے ہو جاتا ہوں، جب دونوں غار تک پہنچ گئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہاں ٹھہریں تاکہ میں غار کو صاف کر دوں اور اس کے سوراخ بند کر دوں، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار کے ایک سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ دیا، یوں وہ سوراخ بند ہو گیا، پھر کسی زہریلی چیز نے انہیں ڈس لیا، جس کا ذکر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا، کہ یارسول اللہ! کسی زہریلی چیز نے ڈسا ہے، غار میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں موجود تھے کہ کافر وہاں تک پہنچ گئے، تو فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے قدموں کے نیچے دیکھ لے تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، اس پر آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تسلی دی کہ اے ابو بکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہو؟

صدیق رضی اللہ عنہ اور صدیق رضی اللہ عنہ کا مال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

مَا نَفَعَنِي مَالٌ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ، فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: وَهَلْ أَنَا وَمَالِي إِلَّا لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ (ابن ماجہ)

مجھے جتنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا اتنا کبھی کسی کے مال نے نفع نہیں دیا، اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، اور فرمایا میں اور میرا مال آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے کیوں نہ ہو یا رسول اللہ؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے جنت میں پکارا

حضرت ابو صالح رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا

مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ مِمَّا يَمْلِكُ، فَكُلُّ خَزَنَةِ الْجَنَّةِ يَدْعُوهُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، يَا مُسْلِمُ، هَذَا خَيْرٌ هَلُمَّ إِلَيْهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، هَذَا رَجُلٌ لَا تَوَى عَلَيْهِ، إِنْ تَرَكَ بَابًا دَخَلَ مِنَ الْآخَرِ، فَحَطَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتِفَهُ بِيَدِهِ، ثُمَّ قَالَ: «وَاللَّهِ إِنِّي لَأَطْمَعُ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ، وَاللَّهِ مَا نَفَعَنِي مَالٌ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ قَالَ: وَهَلْ هَدَانِي اللَّهُ وَرَفَعَنِي إِلَّا بِكَ؟

جس نے اپنی مملوکہ چیز میں سے جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا، تو جنت کا ہر فرشتہ اسے پکارے گا، اے اللہ کے بندے! اے مسلمان! یہ بہتر ہے، اس کی طرف آؤ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! یہ ایسا آدمی ہے جس پر ہلاکت نہیں ہے، اگر یہ کسی دروازے کو چھوڑ کر دوسرے دروازے سے داخل ہو جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کاندھا اپنے ہاتھ سے تھپتھپایا، پھر فرمایا: اللہ کی قسم! بے شک میں اس بات کی طمع رکھتا ہوں کہ تم ان میں سے ہوگے، اللہ کی قسم! مجھے کسی کے مال نے اس قدر فائدہ نہیں پہنچایا جس قدر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے پہنچایا، راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے، پھر فرمایا: کہ مجھے اللہ نے ہدایت دی اور بلند مقام دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے۔ (فضائل الصحابہ ۱/ ٦٦)

اس کے علاوہ مختلف روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مال کو نفع بخش مال قرار دیا، مگر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے سچے اور وفادار انسان کی ادائیں دیکھیے کہ جواباً یہی عرض کر رہے ہیں کہ یا رسول اللہ! یہ مقام، یہ بلندی، یہ مرتبہ، یہ ایمانی دولت، یہ ہدایت کی دولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہی تو ملی ہے، اگر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مال پیش کیا تو صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم مقام پر فائز فرمایا ہے۔

صدیق رضی اللہ عنہ کا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مال

حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا مَالُ رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَنْفَعُ لِي مِنْ مَالِ أَبِي بَكْرٍ، وَمِنْهُ أَعْتَقَ بِلَالًا، وَكَانَ يَقْضِي فِي مَالِ أَبِي بَكْرٍ كَمَا يَقْضِي الرَّجُلُ فِي مَالِ نَفْسِهِ (فضائل الصحابہ)

مسلمانوں میں سے کسی کا مال میرے لیے زیادہ منافع بخش نہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال سے، اور اس سے اس نے بلال کو آزاد کروایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اس طرح خرچ کرتے تھے جس طرح آدمی اپنے مال کو خرچ کرتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ كَأَنَّهُ يَدْخُلُ بَيْتَهُ، وَيَصْنَعُ بِمَالِ أَبِي بَكْرٍ كَمَا يَصْنَعُ بِمَالِهِ (فضائل الصحابہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایسے داخل ہوتے تھے جیسے وہ اپنے گھر میں داخل ہوتے تھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مال اس طرح خرچ کرتے تھے جس طرح اپنا مال خرچ کرتے تھے۔

صدیق اکبر کا مال ابتدائے اسلام میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے لیے استعمال ہوا تھا، جس کے فضائل قرآن کریم کی سورۃ الحدید میں آچکے ہیں کہ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مال خرچ کیا بعد والے ان کے برابر نہیں ہوسکتے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس شخص کے مال نے نفع پہنچایا وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مال تھا، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت بھی فرمادی ہے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان اور مال دونوں کا ذکر فرما کر اشارہ کر دیا کہ یہ دونوں چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حاضر ہیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر چالیس ہزار دینار خرچ کیے تھے۔(مرقات ج۵ص۵۲۷)

اس زمانے کے لحاظ سے یہ بہت بڑی رقم تھی، ایک بار تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر میں صفایا کر کے جو کچھ تھا وہ لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے تھے، جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی رشک کیا تھا۔

صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سوا سب دروازے بند

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

سُدُّوا هَذِهِ الْأَبْوَابَ الشَّوَارِعَ فِي الْمَسْجِدِ، إِلَّا بَابَ أَبِي بَكْرٍ(فضائل الصحابہ)

مسجد کے راستوں میں کھلنے والے دروازے بند کر دو سوائے ابو بکر کے دروازے کے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرض وفات میں اپنے سر مبارک پر پٹی باندھے ہوئے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسانات کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ

میری طرف سے اس مسجد میں تمام کھڑکیاں بند کر دو سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت ہے، یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا کہ کوئی بھی اپنے دل میں ابو بکر کے علاوہ خلافت کا خیال نہ رکھے۔(عمدۃ القاری ج۱۶ص۱۷۶)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "البدایہ والنھایہ" میں ان روایات کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ

وَفِي قوله عليه السلام سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ ، يَعني اَلأَبوَابَ الصِّغَارَ، إِلَى الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ إِشَارَةٌ إِلَى الْخِلَافَةِ أَيْ لِيَخْرُجَ مِنْهَا إِلَى الصَّلَاةِ بِالْمُسْلِمِينَ (البدایہ والنھایہ ۵/۲۵۱)

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دریچہ کے بغیر سب کھڑکیاں بند کرانے میں خلافتِ صدیقی کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز پڑھانے کے لیے مسجد نبوی میں اس کھڑکی سے تشریف لائیں گے۔

اسی طرح ابو العباس محب الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرہ میں لکھتے ہیں

فِي قَولِه سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ إِلى آخِره دَلِيلٌ عَلى حَسمِ أَطمَاعِ النَّاسِ كُلُّهُم مِّنَ الخَلَافَةِ إِلَّا أَبَا بَكر قُلتُ وَهذَا القَولُ وَحدَهُ لَا يَنهَضُ فِي الدَّلَالَةِ وَإِنَّمَا بِانضِمَامِ القَرَائِنِ الحَالِيَةِ إِلَيهِ حَصَلَت وَذَلِكَ بِارتِقَائِهِ المِنبَرَ فِي حَالِ المَرَضِ وَمَوَاجَهَةِ النَّاسِ بِذَلِكَ وَتَعرِيفُهُم بِحَقِّ أَبِي بَكر وَبِفَضلِهِ بِذِكرِ الخُلَّةِ وَذَلِكَ تَنبِيهٌ عَلَى أَنَّهُ الخَلِيفَةُ مِن بَعدِهِ وَكَانَ هذَا القَولُ كَالتَّوصِيَةِ لَهُم بِهِ لِأَنَّهُ قُربُ المَوتِ وَلِذَلِكَ فَهِمَهُ الصَّحَابَةُ مِنَ القَالِ وَالحَالِ (رياض النضره فى مناقب العشرة المبشرة ص۱۲۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک میں جو یہ فرمان ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دریچہ کے علاوہ مسجد کے تمام دریچے بند کر دیے جائیں تمام لوگوں کی خلافت کے بارے میں حرص و طمع کو ختم کر دینے پر واضح دلیل ہے ،پھر یہ قول اکیلا ہی مقصد پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کے ساتھ قرائن حالیہ بھی موجود ہیں کہ حالتِ بیماری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر پر خود تشریف لے جا کر لوگوں کو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و شرف کا ذکر کرنا اور ان کے احسانات اور دوستی کا ذکر کرنا یہ تمام امور اس بات پر خبر دار کرنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ ہوں گے اور وصال کے قریب یہ فرمانا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بطور وصیت کے تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرائن حالی اور مقالی سے اس بات کو سمجھ لیا تھا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت کا باعث

روایات بتاتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت اور مضبوطی کا ذریعہ بنے، حضرت ابو اروی دوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا، فَطَلَعَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ،

میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں تشریف لائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَيَّدَنِي بِكُمَا

تمام کامل تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے مجھے تم دونوں کے ذریعے مضبوط کیا۔

کسی بھی جماعت کی کامیابی اور کامرانی کے لیے عمدہ نصب العین کے بعد اس کے رفقاء کار کی جانفشانی، جماعت کے پاس اسباب و وسائل کی فراوانی بہت ضروری عناصر ہیں، اللہ تعالیٰ نے جماعت مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ایک عظیم قائد عطا فرمایا، قرآن کریم کی شکل میں ایک بہترین اور عمدہ دستور اور لائحہ عمل عنایت فرمایا، صدیق اور فاروق جیسے جلیل القدر، صاحب عز و جاہ افراد عطا فرمائے ، پھر مال واسباب کے لحاظ سے بھی ان افراد کو نوازا جنہوں نے نہ صرف اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر کارِ نبوت کو آگے بڑھایا بلکہ قرآنی دستور اور لائحہ عمل انسانی زندگیوں میں اتارنے کے لیے وہ سب کچھ کیا جس کی جماعتِ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت تھی، کسی موقع پر ان لوگوں نے اسباب واموال کی فراہمی سے پس و پیش نہیں کیا، اسی لیے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانا پڑا کہ ان دونوں کے ذریعے اللہ نے میری تائید و حمایت کے ساتھ دستگیری اور مدد فرمائی۔

صدیق رضی اللہ عنہ اور ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ

جَاءَ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعَ عَائِشَةَ وَهِيَ رَافِعَةٌ صَوْتَهَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَذِنَ لَهُ، فَدَخَلَ فَقَالَ: يَا ابْنَةَ أُمِّ رُومَانَ وَتَنَاوَلَهَا، أَتَرْفَعِينَ صَوْتَكِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ؟ قَالَ: فَحَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا، قَالَ: فَلَمَّا خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهَا يَتَرَضَّاهَا: «أَلَا تَرَيْنَ أَنِّي حُلْتُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَكِ؟» . قَالَ: أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ: أَحْسَبُهُ قَالَ: ثُمَّ جَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهِ، فَوَجَدَهُ يُضَاحِكُهَا، قَالَ: فَأَذِنَ لَهُ فَدَخَلَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَشْرِكَانِي فِي سِلْمِكُمَا كَمَا أَشْرَكْتُمَانِي فِي حَرْبِكُمَا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی اجازت چاہی تو آپ کے کانوں میں آواز سنائی دی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بلند آواز سے آپ ﷺ سے باتیں کر رہی تھیں ، آپ ﷺ نے انہیں اجازت دی ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے ، پھر انہیں پکڑ کر فرمانے لگے ، اے ام رومان کی بیٹی ! کیا تم اپنی آواز نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند کرتی ہو ؟ راوی کہتے ہیں کہ اتنا کہا تھا کہ نبی کریم ﷺ دونوں باپ بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے ، راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ باہر چلے گئے تو نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کے لیے فرمانے لگے ، کیا تم دیکھ نہیں رہی کہ میں ان کے اور تیرے درمیان کیسے حائل ہو گیا ؟ راوی کہتے ہیں کہ ابو بکر پھر تشریف لائے ، جازت مانگی تو نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ وہ انہیں ہنسا رہے تھے ، آپ ﷺ نے انہیں آنے کی اجازت دی ، آپ تشریف لے آئے ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یا رسول اللہ مجھے آپ دونوں اپنی صلح میں بھی شریک فرمالیں جس طرح آپ دونوں نے مجھے اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک عظیم باپ تھے ، جنہوں نے اپنی لاڈلی بیٹی نبی کریم ﷺ کے نکاح میں دی ، حضرت عائشہ نکاح کے وقت بہت چھوٹی عمر کی تھیں ، گھر میں کسی ہلکی سی بات پر آواز کا اونچا ہو جانا کوئی بعید نہیں ہے ، مگر حضرت ابو بکر نے اپنی بیٹی کو جب اونچی آواز سے بولتے سنا تو انہیں سمجھایا کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے اونچا نہیں بولنا چاہیے۔

اس سے پتا چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت نبی کریم ﷺ کا رشتہ کس قدر مضبوط تھا، اور کس قدر احترام کا لحاظ رکھا جاتا تھا، ایک روایت میں باقاعدہ ایسے الفاظ موجود ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کو سمجھایا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھی گفتگو کے دوران اونچا نہ بولا کریں۔ نبی کریم ﷺ کا جو ادب اور احترام اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سکھایا اس میں بھی واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست رکھا جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ بہترین، علی رضی اللہ عنہ کی گواہی

خلیفہ چہارم، حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کا سب سے بہترین انسان قرار دیا ہے، فضائل الصحابہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت لائے ہیں، جس میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ؟ عُمَرُ(فضائل الصحابہ)

کیا میں تمہیں اس امت کے نبی کے بعد سب سے بہترین انسان کے بارے میں خبر نہ دوں؟ فرمایا: اس امت کے نبی کے بعد بہترین انسان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر فرمایا: کیا میں تمہیں اس امت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد بہترین انسان کی خبر نہ دوں؟ فرمایا: وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

عبد خیر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سنا تو وہ یہ فرما رہے تھے کہ اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے بہترین انسان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو تیسرے کا نام بھی بتا دیتا۔ (فضائل الصحابہ امام احمد)

حضرت حکم رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کو سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا، لوگوں سے انہوں نے جب یہ سوال کیا کہ کیا میں تمہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے بہترین آدمی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں! بتائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر یہی سوال کیا، لوگوں نے کہا جی ہاں! بتائیں کہ ابو بکر کے بعد کون بہترین انسان ہے؟ تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کے بہترین انسان حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر پوچھا کہ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کا بہترین انسان کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں! بتائیں تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ (فضائل الصحابہ)

معلوم ہوا کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا دل پہلے دونوں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہما کے بارے میں بالکل صاف تھا، وہ لوگوں کو بتاتے تھے کہ یہ بہترین لوگ ہیں، ان سے دشمنی اور بغض نہیں رکھنا چاہیے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چنے ہوئے، پسندیدہ اور بہترین انسان ہیں، اس لیے جو لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اپنے دل میں کھوٹ اور نفرت رکھتے ہیں انہیں اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے، بلکہ وہ دل ایمان سے خالی ہے جس میں ان دونوں حضرات رضی اللہ عنہما کے بارے میں منفی جذبات ہیں، جو ان کو نہیں مانتا وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتا، وہ مولا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو نہیں مانتا۔

ابو بکرؓ اور عمرؓ پر مجھے جو فضیلت دے گا کوڑے کھائے گا، اعلان علیؓ

حکم بن جحل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا ہے کہ

لَا يُفَضِّلُنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ إِلَّا جَلَدْتُهُ حَدَّ الْمُفْتَرِي (فضائل الصحابہ)

مجھے کوئی شخص بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت نہ دے، جو شخص مجھے ان دونوں پر فضیلت دے گا تو میں اس کو افترا پرداز آدمی کو مارے جانے والے کوڑوں کی طرح کوڑے ماروں گا۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار تھے، اس لیے وہ جانتے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں کا مرتبہ اور مقام اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کس قدر بڑھا ہوا ہے اس لیے انہوں نے بات واضح کر دی کہ میں ان دونوں سے مرتبے اور مقام میں بڑا نہیں ہوں، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا آدمی ہوں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہوں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہوں، میں شیر خدا ہوں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچازاد بھائی ہوں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصی ہوں، مجھے من کنت مولیٰ فعلیٌ مولیٰ کے اعزاز سے نوازا گیا ہے، مگر اس سب کچھ کے باوجود انہوں نے بات حق اور انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق کہی، اس لیے انصاف پسندوں اور امن کے خواستگاروں کو چاہیے کہ وہ مولیٰ علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے فرمان کو دل وجان سے قبول کرتے ہوئے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی عزت اور حرمت، عظمت اور علوِشان کا خیال رکھیں۔

وہب سوائی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کا بہترین انسان قرار دیا تو ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے بہترین انسان آپ ہیں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بات کی نفی فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا

خَيْرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا مقام ہے۔(فضائل الصحابہ رض)

خلفاء ثلاثہ رض کی فضیلت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ

كُنَّا نُفَضِّلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ، لَا نُفَضِّلُ أَحَدًا عَلَى أَحَدٍ

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے تھے، ہم کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بہترین ابو بکر رضی اللہ عنہ، پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔(فضائل الصحابہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء ثلاثہ رض

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مَا كُنَّا نَخْتَلِفُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْخَلِيفَةَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، وَأَنَّ الْخَلِيفَةَ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ، وَأَنَّ الْخَلِيفَةَ بَعْدَ عُمَرَ عُثْمَانُ

ہم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس بات میں اختلاف نہیں تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوں گے، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہوں گے۔(فضائل الصحابہ)

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سب سے زیادہ احسانات

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس امت کے عظیم محسن تھے، ان کے احسانات کا بوجھ ایسا ہے جس کا صلہ انہیں رب العالمین ہی عطا فرمائیں گے، ان کے احسانات کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسانات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہیں، اس لیے امت مسلمہ پر لازم ہے کہ جس شخص نے اسلام اور پیغمبر اسلام پر احسانات کی انتہاء کر دی تھی اس کو یاد رکھے، اس کا تذکرہ اچھے الفاظ کے ساتھ کرے، اس کے لیے دعائے خیر کرے، اس کی عظمت کو سلام کرے، اس کی عقیدت اور محبت کا دم بھرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ عَاصِبًا رَأْسَهُ فِي خِرْقَةٍ، فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَقَالَ: «إِنَّهُ لَيْسَ أَحَدٌ أَمَنَّ عَلَيَّ فِي نَفْسِهِ وَمَالِهِ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي قُحَافَةَ، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنَ النَّاسِ خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، وَلَكِنْ خَلَّةُ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ، سُدُّوا عَنِّي كُلَّ خَوْخَةٍ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرَ خَوْخَةِ أَبِي بَكْرٍ (فضائل الصحابہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بیماری میں نکلے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، درانحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کپڑے کی ایک پٹی بندھی ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے، اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اس کی ثناء کی اور فرمایا: ابو بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی نے اپنی جان اور مال سے مجھ پر احسان نہیں کیا، اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی افضل ہے، میری طرف سے اس مسجد کی تمام کھڑکیاں بند کر دو سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے، اسے نہ بند کرنا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خیر کے کام میں آگے بڑھ جاتے تھے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے سچے انسان کا کیا کہنا، ان کے نیکیوں میں سبقت لے جانے کے بے شمار واقعات ہیں، ان کی زندگی ان قابل رشک اور قابل تقلید واقعات سے عبارت ہے، ان کی ان نیکیوں کو رشک بھری نگاہوں سے نہ صرف دیکھا جاتا تھا بلکہ کہا جاتا تھا کہ فلاں فلاں نیکی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہمیں مل جائے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

مَرَّ بِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أُصَلِّي فَقَالَ: «سَلْ تُعْطَهْ يَا ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ» ، فَقَالَ عُمَرُ: فَابْتَدَرْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ، فَسَبَقَنِي إِلَيْهِ أَبُو بَكْرٍ، وَمَا اسْتَبَقْنَا إِلَى خَيْرٍ إِلَّا سَبَقَنِي إِلَيْهِ أَبُو

بَكْرٍ، فَقَالَ: إِنَّ مِنْ دُعَائِي الَّذِي لَا أَكَادُ أَنْ أَدَعَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ نَعِيمًا لَا يَبِيدُ، وَقُرَّةَ عَيْنٍ لَا تَنْفَدُ، وَمُرَافَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدٍ فِي أَعْلَى الْجَنَّةِ جَنَّةِ الْخُلْدِ (فضائل الصحابہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے تو میں نماز ادا کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ام عبد کے بیٹے !مانگ تجھے دیا جائے گا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پیش قدمی کی، ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کی طرف مجھ سے سبقت لے گئے ،میں اورابو بکر رضی اللہ عنہ کسی خیر کے کام کی طرف دونوں بڑھتے مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ اس میں مجھ سے آگے بڑھ جاتے تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ دعا کبھی ترک نہیں کرتا ہوں، وہ دعا یہ ہے، اے میرے اللہ !میں تجھ سے ایسی نعمت مانگتا ہوں جو ختم نہ ہو، میں تجھ سے آنکھوں کی وہ ٹھنڈک مانگتا ہوں جو ختم نہ ہو، میں نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ رفاقت مانگتا ہوں جو اونچے درجے کی جنت میں ہو، ہمیشہ کی جنت میں ہو۔ یہاں بھی صدیق اکبر کا عشق رسول کس طرح واضح طور پر دکھائی دیتا ہے ، دنیا میں بھی ہمرائی اور رفاقت اور آخرت میں بھی رفاقت کی تمنا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر

اسلامی اور تاریخی کتابوں میں ہمیں جو بات ملتی ہے اس کا حسن وجمال یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں کسی قسم کی کدورت اور بغض نہیں رکھتے تھے ، بلکہ ایک دوسرے سے ان کی محبت کے تذکرے قرآن بھی کرتا ہے اوران لوگوں نے مجمع عام میں ایک دوسرے کے فضائل اور مناقب بیان کیے، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ملاحظہ فرمائیے،

حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قَامَ عَلِيٌّ عَلَى الْمِنْبَرِ فَذَكَرَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ، فَعَمِلَ بِعَمَلِهِ وَسَارَ بِسِيرَتِهِ، حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ فَعَمِلَ بِعَمَلِهِمَا، وَسَارَ بِسِيرَتِهِمَا، حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ عَلَى ذَلِكَ

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ شروع کر دیا، فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا،

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی طرح کام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے، یہاں تک کہ اللہ نے ان کو بھی موت کی آغوش میں پہنچا دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان دونوں کی طرح کام کرتے رہے اور ان کے طریقے پر چلتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے انہیں بھی موت کی آغوش میں پہنچا دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط پر کام کرتے رہے، اتباع سنت کی اعلیٰ ترین مثالیں ان لوگوں نے قائم کیں، ان لوگوں کی زندگیاں سنتِ رسول کی پیروی کرتے ہوئے گزریں، ان کی زندگیوں کی خوبصورتی اور نبوی منہج پر ان کے گامزن ہونے کا مشاہدہ علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ جیسے لوگوں نے کیا، اور پھر چھپ چھپا کر نہیں بلکہ بر سر عام منبر پر کھڑے ہو کر ان لوگوں کی مدح سرائی کی، جب مولیٰ علی جیسے بہادر، دلیر، نڈر اور جرأت وبسالت کے مجسمہ نے ان کی صداقت کی گواہی دی، ان کی اتباع رسول کی گواہی دی تو پھر انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے نام لیوا بھی جرأت اور ہمت کرتے ہوئے ان حضرات کی شرعی عظمتوں کو تسلیم کریں۔

اللہ نے مجھے خلیل بنایا، میرا خلیل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے

اگرچہ کئی روایات میں یہ آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے خلیل بنایا ہے، میں کسی کو خلیل نہیں بناتا، اگر کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو اپنا خلیل بناتا، مگر حضرت ابو امامہ کی اس روایت میں واضح فرمایا کہ ابو بکر میرا خلیل ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلِي

بے شک اللہ نے مجھے خلیل بنایا، جیسے حضرت ابراہیم کو خلیل بنایا تھا، بے شک ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے خلیل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار ارشادات میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت کھل کر سامنے آجاتی ہے مگر اس روایت کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کس اعلیٰ مقام پر فائز فرما رہے ہیں، اللہ نے اپنے ابراہیم کو خلت سے نوازا، اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب اللہ اور خلیل اللہ قرار دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی شان امتیازی ابو بکر رضی اللہ عنہ کو عطا فرماتے ہوئے انہیں اپنا خلیل قرار دیا۔

ہم اس سے پہلے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اس پر واضح کر چکے ہیں، دو مختلف روایات کے درمیان تطبیق قائم کر چکے ہیں۔

جنتی شخص تم پر طلوع ہو گا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ» ، فَطَلَعَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، ثُمَّ قَالَ: «يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ» ، فَطَلَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

تم پر ایک شخص جنت والوں میں سے طلوع ہو گا، پس اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، پھر فرمایا کہ تم پر جنت والوں میں سے ایک شخص طلوع ہو گا، پھر اس کے بعد عمر بن الخطاب تشریف لائے۔

قیامت کے دن ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں ہوں گے

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ يَمِينِهِ، وَعُمَرُ عَنْ يَسَارِهِ، فَقَالَ: «هَكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ(ترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی طرح ہم قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔

یہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قابل رشک رفاقت اور وفاداری ہے کہ وہ مسفلہ کی گلیوں میں بھی میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ خانہ کعبہ میں کافروں کے جمگھٹے میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ غارِ ثور کی تین راتوں میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ طریقِ ہجرت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ قباء سے لے مسجد نبوی کی تعمیر تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ میثاقِ مدینہ سے لے کر آخری معرکہ تک میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ اگر غار میں ساتھ تھے تو آج مزار پر انوار میں بھی تو ساتھ آرام فرما رہے ہیں۔

پھر اس روایت کو ذرا بار بار پڑھا جائے کہ قیامت کے دن بھی یہ رفاقت ختم نہ ہو گی، حوضِ کوثر پر جامِ کوثر کی تقسیم کے وقت بھی یہ رفاقت قائم رہے گی، میدانِ محشر میں بھی یہ رفاقت قائم رہے گی، جب دنیا میں

انہیں کوئی جدا نہ کر سکا تو بھلا قیامت میں اور کسی دوسرے مقام پر انہیں کیسے جدا کیا جا سکتا ہے، جو لوگ ان میں تفریق ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ دنیا میں بھی نامراد ہوں گے اور بروز محشر بھی منہ چھپاتے پھریں گے اور قیامت کے دن رسوائی ان کا مقدر بن جائے گی۔

بیماری کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر کے پہلو میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھائیں، مسند احمد اور فضائل صحابہ میں امام احمد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت لائے ہیں، جس میں ہے

لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمَرَ بَا بَكْرٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، ثُمَّ وَجَدَ خِفَّةً فَخَرَجَ، فَلَمَّا أَحَسَّ بِهِ أَبُو بَكْرٍ أَرَادَ أَنْ يَنْكُصَ، فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ يَسَارِهِ، (مسند احمد)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پھر تھوڑا افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے، جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا محسوس کیا تو پیچھے ہٹنا چاہا تو ان کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کے پہلو میں ان کی بائیں طرف بیٹھ گئے۔

ایک تو یہاں نماز باجماعت کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ کسی صورت میں بھی اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے، کسی نہ کسی صورت میں جماعت کا اہتمام ہونا چاہیے، دوسری حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان معلوم ہوتی ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے حکم بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ وہ نرم دل آدمی ہیں، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلیٰ پر کھڑے ہونے کی تاب نہیں رکھتے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار حکم دیا کہ ابو بکر کو کہیں کہ وہ نماز پڑھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تھوڑا سا افاقہ ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سہارے چل کر مسجد میں تشریف لائے، (مسلم کی روایت میں فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سہارے چل کر آئے) بیماری کی وجہ سے ایسے چل رہے تھے جس سے پتا چلتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی کمزور ہیں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے محسوس کی تو پیچھے ہٹنا چاہا، جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں۔

فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند روز تک بیمار رہے تو اپنی جگہ پر امامت کے لیے صدیق اکبر ہی کو امام بنایا۔ (۱/ ۲۶۳)

سیرت حلبیہ جلد سوم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دوران حضرت عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں سے کہو کہ وہ صبح کی نماز ادا کرلیں، چونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہ تھے ، عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نماز پڑھانے کا کہہ دیا کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں، انہوں نے نماز پڑھانا شروع کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سنی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز پڑھارہے ہیں تو اپنے حجرہ سے ہی فرمایا کہ نہیں نہیں، نماز تو ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ ہی پڑھائیں، اس فرمان پر صفیں ٹوٹ گئیں اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس نماز سے ہٹ گئے ، پھر لوگ اسی جگہ ٹھہرے رہے ، یہاں تک کہ ابو قحافہ کا بیٹا آگیا اور مصلیٰ نبوی پر کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔

ہمیں غور کرنا چاہیے کہ یہ موقع وہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہیں، ایسے بیمار کہ اسی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے ، اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مصلیٰ پر انہیں کھڑا کیا، ان کے پیچھے خود نمازیں ادا کیں ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی بیماری کے دوران جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھانا شروع کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمائی ، بلکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلوا کر ان سے فجر کی نماز پڑھوائی گئی۔

اہل علم و نظر جانتے ہیں کہ امامت کے لیے شریعت اسلامیہ میں کس قدر شرائط رکھی گئی ہیں، امام کے لیے کیا ضروری نہیں کہ وہ ایمان وایقان کی دولت کے ساتھ ساتھ قرآن وسنت کا ماہر ہو؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان صفات سے متصف تھے اسی لیے اس منصب پر فائز کیے گئے، اگر ان میں امامت کی شرائط نہ پائی جاتیں تو پھر وہ اس منصب پر بھی فائز نہ کیے جاتے ، ابو بکر صدیق کا یہ بہت بڑا اعزاز تھا کہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے لیے چنا۔

سبحان اللہ کیسی موافقت تھی

بزار اور طبرانی نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے دوران حضرت جبریل علیہ السلام ایک طشت لائے ، جس میں انگور اور کھجور تھی ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کھایا، پھر سبحان اللہ کہا، حضرت ابو ذرؓ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں لیں ، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں سبحان اللہ کہا، راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کنکریوں کے رونے کی آواز سنی ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سات کنکریاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھیں ، پھر ان کنکریوں نے سبحان اللہ کہا،

پھر انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھا تو کنکریوں نے سبحان اللہ کہا، پھر آپ ﷺ نے وہ کنکریاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھیں تو ان کنکریوں نے سبحان اللہ کہا۔(بزار، طبرانی، فتح الباری)

دس جنتیوں میں صدیق رضی اللہ عنہ پہلے نمبر پر

قرآن کریم میں تمام صحابہ کرام کے لیے جنت کا وعدہ کیا گیا، سب کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی، ان کو رضا کا پروانہ دیا گیا، ان کے تذکرے کیے گئے، ان کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا، پھر جب سرکارِ دوعالم، رحمتِ عالمیان، شفیع مذنباں ﷺ نے مختلف مواقع پر جنتیوں کا ذکر کیا تو ان میں سرفہرست حضرت ابو بکر صدیق کا نام بھی لیا، وہ دس صحابہ جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے ان میں صدیق اکبر کو سب سے پہلے جنتی قرار دیا۔

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کے اندر کھڑے ہو کر یہ بات بیان کی کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

عَشْرَةٌ فِي الْجَنَّةِ: أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ، وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، يَعْنِي: ابْنَ الْجَرَّاحِ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ

دس لوگ جنتی ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، علی رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور سعید رضی اللہ عنہ جنتی ہیں۔(فضائل الصحابہ)

آزادی کے پروانے دلانے والا صدیق رضی اللہ عنہ

ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو انہیں سزا دی جا رہی تھی، بلال رضی اللہ عنہ اسی اذیت میں اپنے اللہ کو یاد کر رہے تھے اور احد احد پکارتے جا رہے تھے، وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ اللہ کی قسم! اے بلال، اللہ ایک ہی ہے، پھر ورقہ بن نوفل امیہ بن خلف اور بنی جمح کے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جو بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو مار رہے تھے، کہ

أَحْلِفُ بِاللَّهِ إِنْ قَتَلْتُمُوهُ عَلَى هَذَا لَأَتَّخِذَنَّهُ حَنَانًا،

اللہ کی قسم! اگر تم نے اسے اس بات پر قتل کر دیا تو میں اسے قابل تعظیم سمجھوں گا، یہاں تک کہ ایک دن حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس سے گزرے تو یہ لوگ اسی شرارت میں مصروف تھے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھر بنی جمح میں ہی تھا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امیہ بن خلف سے کہا:

أَلَا تَتَّقِي اللَّهَ فِي هَذَا الْمِسْكِينِ، حَتَّى مَتَى؟

اس مسکین کے بارے میں اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟ کب تک یہ سلسلۂ ظلم جاری رہے گا؟

امیہ نے کہا کہ تو نے ہی اسے برباد کیا ہے، جیسے کیسے ہو سکتا ہے تو اس کو بچالے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ایک کالے رنگ کا غلام ہے، جو اس سے زیادہ طاقتور ہے، اس سے زیادہ تیرے والے دین پر قائم ہے، میں بلال رضی اللہ عنہ کے بدلے میں تجھے وہ دے دیتا ہوں۔

امیہ بن خلف نے کہا: مجھے یہ بات منظور ہے، میں اسے تیرے حوالے کرتا ہوں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کالا غلام امیہ کے سپرد کیا اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو ظلم کی زنجیروں سے نجات دلا کر آزادی کا پروانہ عطا کیا۔

مکہ سے ہجرت کرنے سے پہلے کا یہ واقعہ ہے، جب اسلام پھیل رہا تھا، مسلمان بڑھ رہے تھے، اسلام کے نام لیواؤں کو آزمائشوں سے گزارا جا رہا تھا، بلال حبشی سے پہلے چھ لوگوں کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کروایا گیا تھا، بلال حبشی ساتویں تھے (الروض الانف ج ۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے تو فرطِ جذبات میں فرماتے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے سردار ہیں، جنہوں نے ہمارے سردار بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو آزادی کا پروانہ دلایا۔

ان میں حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بدر واحد کے معرکے میں شریک ہوئے اور معرکۂ بئر معونہ پر شہادت کا جامِ شیریں نوش جاں کیا، ان کو بھی آزمائشوں اور پریشانیوں سے دوچار کیا گیا، مگر ان کی ہمت کو داد دینا چاہیے کہ تمام تر مصائب جھیلتے رہے، دکھ برداشت کرتے رہے، جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو علم ہوا تو انہیں بھی خرید کر آزادی دلائی۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۹۰)

حضرت ام عبیس رضی اللہ عنہا کو بھی آزاد کروایا، حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کو جب آزاد کروایا تو ان کی آنکھیں جا چکی تھیں، ابو جہل لعین نے ان کے نرم و نازک چہرے پر تھپڑ رسید کیا تھا، جس سے آنکھیں ضائع ہو گئی تھیں، قریش اس پر پھبتی کستے تھے کہ اس کی آنکھ لات اور عزیٰ نے ضائع کی ہے، اس پر حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا کہتی کہ لات اور عزیٰ کو جلا دیا گیا ہے، بیت اللہ کی قسم! لات اور عزیٰ کوئی نفع اور نقصان نہیں دے سکتے، اللہ کی کرم نوازی ہوئی کہ اس نے ان کی بینائی لوٹا دی۔ (الروض الانف ج ۳ ص ۱۱۴)

حضرت نہدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کی بیٹی کو آزادی کا پروانہ دلایا، یہ دونوں عبد الدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے گزرے تو ان کی مالکن نے ان دونوں کو اپنے لیے آٹا گوندھنے کے لیے بھیجا ہوا تھا، مالکن ان کو کہہ رہی تھی، اللہ کی قسم! میں تم دونوں کو آزاد نہیں کروں گی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو فرمانے لگے، اے ام فلاں! آزاد کر دے۔

وہ کہنے لگی، تو ہی ان کو آزاد کر دے، تو نے ہی ان دونوں کو برباد کیا ہے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کتنے میں؟

وہ کہنے لگی، کہ اتنے اتنے میں۔

فرمانے لگے، میں نے انہیں لے کر آزاد کر دیا۔ پھر ان دونوں کو فرمایا کہ پسا ہوا آٹا اپنی مالکن کے سپرد کر دو،

ان دونوں نے پوچھا: اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! کیا پھر ہم دونوں فارغ ہیں؟ کیا پھر ہم دونوں اس کے پاس واپس ہو جائیں گی؟

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم دونوں چاہو تو۔ (الروض الانف ۳/ ۱۱۴)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عدی بن کعب کے محلے میں رہائش پذیر بنی مؤمل کی لونڈی کے پاس سے گزرے، یہ ایک مسلمان عورت تھی، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اسے اسلام چھوڑ دینے پر دباؤ ڈالنے کے لیے سزا دیا کرتے تھے، ابھی تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان نہ ہوئے تھے، جب مارتے مارتے تھک جاتے تو چھوڑ دیتے تھے پھر کہتے کہ میں معذرت خواہ ہوں، میں نے تجھے تھکاوٹ کی وجہ سے چھوڑا ہے، یہ اللہ نے تیرے ساتھ کیا ہے، کہنے لگی اللہ تیرے ساتھ بھی ایسا ہی کرے، اس ستم رسیدہ مسلمان عورت کو بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خریدا اور آزادی کا پروانہ عطا فرمایا۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جب حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کا ذکر کرتے تھے جنہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آزادی کا پروانہ دلایا تھا تو فرماتے تھے کہ ان لوگوں کو آزاد کروانے کی وجہ ہی سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو "عتیق" کہا جاتا ہے

جَزَى اللَّهُ خَيْرًا عَنْ بِلَالٍ وَصَحْبِهِ ... عَتِيقًا وَأَخْزَى فَاكِهًا وَأَبَا جَهْلِ

عَشِيَّةَ هُمَا فِي بِلَالٍ بِسَوْءَةٍ ... وَلَمْ يَحْذَرَا مَا يَحْذَرُ الْمَرْءُ ذُو الْعَقْلِ

بِتَوْحِيدِهِ رَبَّ الْأَنَامِ وَقَوْلِهِ ... شَهِدْتُ بِأَنَّ اللَّهَ رَبِّي عَلَى مَهْلِ

فَإِنْ يَقْتُلُونِي يَقْتُلُونِي وَلَمْ أَكُنْ ... لِأُشْرِكَ بِالرَّحْمَنِ مِنْ خِيفَةِ الْقَتْلِ

فَيَا رَبَّ إِبْرَاهِيمَ وَالْعَبْدِ يُونُسَ ... وَمُوسَى وَعِيسَى نَجِّنِي ثُمَّ لَا تُمْلِ

لِمَنْ ظَلَّ يَهْوَى الْغَيَّ مِنْ آلِ غَالِبٍ ... عَلَى غَيْرِ بِرٍّ كَانَ مِنْهُ وَلَا عَدْلِ

اللہ تعالیٰ بلال اوران کے ساتھیوں کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہترین جزا دے، اوررسوا کرے فاکہہ اورابو جہل کو، ایک رات وہ دونوں بلال کے ساتھ بدسلوکی کا مظاہرہ کررہے تھے، ذرابرابر وہ نہیں ڈرے، جس قدر کوئی عقل والا انسان ڈرتا ہے، بلال حبشی کی طرف سے مخلوق کے رب کی توحید بیان کرنے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی توحید پر ان کی طرف سے گواہی دینے کی وجہ سے، اگر وہ مجھے مارڈالتے ہیں تو مارڈالیں مگر میں رب رحمن کے ساتھ قتل کے ڈر کی وجہ سے شریک نہیں ٹھہراؤں گا، اے ابراہیم علیہ السلام، یونس علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے پروردگار مجھے نجات دے اور کسی آزمائش میں نہ ڈال۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلاموں اورلونڈیوں کی تعداد سات تک پہنچتی ہے، جو اکثر تاریخ نویسوں نے لکھی ہے، اسد الغابہ، الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ اورالاستیعاب وغیرہ کتابوں میں سات ہی تعداد لکھی گئی ہے، مگر سات کی تعداد پر اتفاق کے ساتھ ساتھ یہ بات حیران کن ہے کہ آزاد کردہ غلاموں اورلونڈیوں کے ناموں میں اختلاف پایا جاتا ہے، جس سے اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، ہاں ان چند لوگوں کا نام اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ انہیں ظلم وستم سہنے میں ایک عالمگیر شہرت مل چکی تھی، انہوں نے بہت زیادہ مصائب برداشت کیے تھے جس پر نہ صرف انہیں اپنے زمانے میں شہرت ملی بلکہ قیامت کی صبح تک اللہ نے ان کے نام کو زندہ کردیا ہے

، جو اللہ کے لیے پسے ، اللہ کے لیے مٹے ، اللہ کے لیے ظلم کی چکی تلے پسے ان کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا گیا ہے ان کا ذکر ہر منبر پر ہو گا ، ہر کتاب میں ہو گا ، ہر سینے میں ہو گا ، ہر زبان پر ہو گا اور انہیں آزادی کا پروانہ دلانے والے ابو بکر کا نام بھی ہر سینے اور ہر سفینے میں ہو گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب کو اللہ کی رضاجوئی کے لیے خرید کر آزادی کا پروانہ دیا ، کسی قسم کی غرض ، لالچ اور مفاد مد نظر نہیں تھا ، ایک روز ان کے والد ابو قحافہ نے ان سے کہا تھا کہ ابو بکر تو ان بوڑھی عورتوں کو آزاد کرواتا ہے بھلا یہ تیرے کس کام آسکتی ہیں ، ان کی بہ نسبت اگر تو طاقتور ، قوت والے جوانوں کو خرید کر آزاد کرے تو وہ بوقت مشکل تمہارے کام آسکتے ہیں ، اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے کہا کہ میں کسی غرض اور مفاد کے لیے یہ کام نہیں کرتا ہوں میں تو اللہ کی خاطر ایسا کرتا ہوں۔

ایک بار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ملی کہ حضرت بلال حبشی نے کہا کہ

وَاللَّهِ لَا أُؤَذِّنُ لِأَحَدٍ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا كَانَ لِبِلَالٍ أَنْ يَقُولَ ذَاكَ. فَجَاءَ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ أَعْتَقْتَنِي لِأَكُونَ مَعَكَ لَزِمْتُكَ، وَإِنْ كُنْتَ أَعْتَقْتَنِي لِلَّهِ فَخَلِّنِي وَمَنْ أَعْتَقْتَنِي لَهُ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: بَلْ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ.

اللہ کی قسم ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں کہوں گا ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بلال رضی اللہ عنہ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ یوں کہیں ، جب بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو پتا چلا تو وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے کہنے لگے ، کیا آپ نے مجھے اس لیے آزاد کیا کہ میں آپ کے ماتحت رہوں یا اللہ کی رضاجوئی کے لیے آزاد کیا ، پس آپ میرا معاملہ اس ذات کے لیے چھوڑ دیجیے جس کی خاطر آپ نے مجھے آزاد کیا تھا ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے تو اللہ ہی کے لیے آپ کو آزاد کیا تھا۔ (فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل)

بڑی عمر رضی اللہ عنہ کے لوگوں کے سردار

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے ، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی طرف دیکھا تو ارشاد فرمایا اے علی !

هَذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ، ثُمَّ قَالَ: يَا عَلِيُّ، لَا تُخْبِرْهُمَا (فضائل الصحابہ لاحمدبن حنبل)

یہ دونوں شخص بڑی عمر کے جنتیوں کے سردار ہوں گے ،اولین اورآخرین کے، سوائے نبیوں اور رسولوں کے ، پھر فرمایااے علی ان دونوں کو یہ بات نہ بتانا۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سارامال اللہ اوررسول اللہ کے لیے

ابو بکر بن ابی عون مدینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن شکلہ بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

تَدْرُونَ لِمَ خَصَصْتُ وَلَدَ أَبِي بَكْرٍ مِنْ ثُلُثَيَّ؟ لِأَنَّهُ لَمْ يُعْرَفْ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا وَقَدْ خَلَّفَ لِعِيَالِهِ شَيْئًا غَيْرَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ، فَإِنَّهُ آثَرَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ بِمَالِهِ كُلِّهِ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُكَافِيءَ وَلَدَ أَبِي بَكْرٍ مِنْ مَالِي دُونَ مَنْ هُوَ أَقْرَبُ إِلَيَّ رَحِمًا

کیاتم جانتے ہو کہ میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو دو ثلث مال کے ساتھ کیوں خاص کیا؟اس لیے کہ سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی کسی دوسرے صحابی کے بارے میں نہیں جانتا کہ اس نے اپنے اہل عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑاہو،سوائے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ،انہوں نے اللہ اوررسول اللہ کواپنے سارے مال پر ترجیح دی،اس لیے میں پسند کرتاہوں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو اپنے مال پر ترجیح دوں، قطع نظر اس کے کہ وہ میرے رشتہ داروں میں سے ہے۔

صدیق رضی اللہ عنہ آہستہ قرآن کی تلاوت کیوں کرتے تھے؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شانِ امتیازی دیکھیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جس بات کوسنتے تھے دل وجان سے نہ صرف یہ کہ اس کی قدر کرتے تھے بلکہ اس پر عمل بھی کرتے تھے ،ایک دفعہ جب صحابہ اونچی آواز سے اللہ کاذکر کررہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاتھاکہ تم جس ہستی کو پکارتے ہو وہ بہری نہیں ہے ،اسے جس حال میں یاد کرووہ سنتاہے ،حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کواس فرمان کاکس قدرپاس تھاکہ وہ تلاوت کے لیے بھی آہستگی کوترجیح دیتے تھے اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پراس کی وضاحت فرماتے ہیں کہ جس ذات عالی کو میں سناتاہوں وہ چونکہ ہر آہستہ اونچی کو سنتی ہے، اس لیے میں اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتاہوں۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

كَانَ أَبُو بَكْرٍ يُخَافِتُ بِصَوْتِهِ إِذَا قَرَأَ، وَكَانَ عُمَرُ يَجْهَرُ بِقِرَاءَتِهِ، وَكَانَ عَمَّارٌ إِذَا قَرَأَ يَأْخُذُ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ وَهَذِهِ، فَذُكِرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: لِمَ تُخَافِتُ؟ قَالَ: إِنِّي لَأُسْمِعُ مَنْ أُنَاجِي، وَقَالَ لِعُمَرَ: لِمَ تَجْهَرُ بِقِرَاءَتِكَ؟ قَالَ: أُفْزِعُ الشَّيْطَانَ، وَأُوقِظُ الْوَسْنَانَ، وَقَالَ لِعَمَّارٍ: وَلِمَ تَأْخُذُ مِنْ هَذِهِ السُّورَةِ وَهَذِهِ؟ قَالَ: أَتَسْمَعُنِي أَخْلِطُ بِهِ مَا لَيْسَ مِنْهُ؟ قَالَ: «لَا» ، قَالَ: فَكُلُّهُ طَيِّبٌ.

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب قرآن کی تلاوت کرتے تو اپنی آواز کو پست کر دیتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو اونچی آواز سے کرتے تھے، حضرت عمار رضی اللہ عنہ جب تلاوت کرتے تو کبھی ایک سورت سے پڑھتے اور کبھی دوسری سورت سے پڑھتے تھے، اس بات کی اطلاع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ تلاوت کے دوران آہستہ آواز میں کیوں تلاوت کرتے ہیں؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک میں اس ہستی کو سناتا ہوں جس سے میں سرگوشیاں کرتا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم اونچی آواز سے کیوں پڑھتے ہو؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں شیطان کو کنکر مارتا ہوں اور سوئے ہوئے کو جگاتا ہوں۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کبھی ایک سورت سے اور کبھی دوسری سورت سے کیوں پڑھتے ہو؟

حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سنیں گے جو میں اس کے ساتھ ملاؤں جو اس میں نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب ٹھیک کرتے ہیں۔ (فضائل الصحابہ)

جو جس طرح پڑھتا اور تلاوت کرتا تھا اس کا مقصد رب العالمین کو راضی کرنا تھا، ان لوگوں کی تربیت اسی طرح کی گئی تھی کہ ہمہ وقت اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

سب سے پہلے مسلمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوائے نبوت فرمایا تو عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ مسلمان ہوئیں، مردوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے، حضرت شعبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

مَنْ أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ؟ سب سے پہلے مسلمان کون ہوا؟

انہوں نے فرمایا: أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔
پھر انہوں نے فرمایا کہ کیا تو نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ قول نہیں سنا؟

إِذَا تَذَكَّرْتَ شَجْوًا مِنْ أَخِي ثِقَةٍ ... فَاذْكُرْ أَخَاكَ أَبَا بَكْرٍ بِمَا فَعَلَا
خَيْرَ الْبَرِيَّةِ أَتْقَاهَا وَأَعْدَلَهَا ... بَعْدَ النَّبِيِّ وَأَوْفَاهَا بِمَا حَمَلَا
الثَّانِي التَّالِي الْمَحْمُودُ مَشْهَدُهُ ... وَأَوَّلُ النَّاسِ مِنْهُمْ صَدَّقَ الرُّسُلَا؟

(التاریخ الکامل، البدایہ والنہایہ ج۳ ص۳۸)

ایک اشکال اور اس کا جواب

بخاری شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ
مَا أَسْلَمَ أَحَدٌ إِلَّا فِي الْيَوْمِ الَّذِي أَسْلَمْتُ فِيهِ، وَلَقَدْ مَكَثْتُ سَبْعَةَ أَيَّامٍ، وَإِنِّي لَثُلُثُ الْإِسْلَامِ
جس دن میں اسلام لایا اس دن کوئی اور مسلمان نہیں ہوا، سات دن تک میں اسی حال میں رہا کہ میں اسلام لانے والا تیسرا تھا۔(بخاری، کتاب المناقب)

اس روایت کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے پہل اسلام لانے والے نہیں تھے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ پہلے پہل اسلام لائے، کچھ کا کہنا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے، اس طرح اشکال پیدا ہوتا ہے کہ کون سی بات درست ہے اور کون سی نہیں ہے۔

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ان مختلف روایات کو سامنے رکھ کر جواب دیا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے، بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے، عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے مسلمان ہوئی تھیں، غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے، رہی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بات تو اس بارے میں محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم کا کہنا یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی صبح کو مسلمان ہوئے ہوں جس شام کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے، اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کی اطلاع نہ ہوئی ہو، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق ہی کی محنت سے مسلمان ہوئے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ

قَالَ ذَلِكَ بِحَسَبِ اطِّلَاعِهِ وَالسَّبَبُ فِيهِ أَنَّ مَنْ كَانَ أَسْلَمَ فِي ابْتِدَاءِ الْأَمْرِ كَانَ يُخْفِي إِسْلَامَهُ وَلَعَلَّهُ أَرَادَ بِالِاثْنَيْنِ الْآخَرَيْنِ خَدِيجَةَ وَأَبَا بَكْرٍ أَوِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَا بَكْرٍ وَقَدْ كَانَتْ خَدِيجَةُ أَسْلَمَتْ قَطْعًا فَلَعَلَّهُ خَصَّ الرِّجَالَ(ج۷ص ۸۴)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی اطلاع کے مطابق یہ فرمایا تھا،اس کی وجہ یہ تھی کہ جو لوگ ان سے پہلے اسلام لائے تھے وہ اپنا اسلام لانا چھپاتے تھے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے دو سے مراد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہوں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوں ، حالانکہ یقینی طور پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہو چکی تھیں، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے صرف مردوں کو خاص کیا ہو۔

اگر ایک لمحہ کے لیے تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد میں مسلمان ہوئے ان سے پہلے کچھ دیگر حضرات مسلمان ہو چکے تھے تو ہمیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس فضیلت کا پھر بھی اعتراف کرنا پڑے گا کہ ان کے اسلام قبول کرنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شاباش دی، داد دی اور خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سقیفہ بنی ساعدہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مسلمانوں نے اپنا خلیفہ منتخب کیا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی ، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پس و پیش سے کام لیا، وہ بارِ خلافت اٹھانے کے لیے تیار نہ تھے ، حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں مصلیٰ امامت پر کھڑا کیا ہم کون ہوتے ہیں جو اسے پیچھے ہٹائیں۔

ابو الجحاف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، فرماتے ہیں

لَمَّا بُويِعَ أَبُو بَكْرٍ، فَبَايَعَهُ عَلِيٌّ وَأَصْحَابُهُ، قَامَ ثَلَاثًا يَسْتَقْبِلُ النَّاسَ يَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ، قَدْ أَقَلْتُكُمْ بَيْعَتَكُمْ، هَلْ مِنْ كَارِهٍ؟ قَالَ: فَيَقُومُ عَلِيٌّ فِي أَوَائِلِ النَّاسِ فَيَقُولُ: وَاللَّهِ لَا نُقِيلُكَ، وَلَا نَسْتَقِيلُكَ أَبَدًا، قَدَّمَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُصَلِّي بِالنَّاسِ، فَمَنْ ذَا يُؤَخِّرُكَ؟(فضائل الصحابہ)

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی بیعت کی ، تین دن تک آپ رضی اللہ عنہ ٹھہرے رہے ،لوگوں کا استقبال کرتے رہے ، فرما رہے تھے ،اے لوگو! میں نے تمہاری

بیعت ختم کر دی ہے، کیا تم میں کوئی شخص اسے ناپسند کرتا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے پہل ان لوگوں میں تھے جو کہہ رہے تھے نہ ہم آپ کی بیعت ختم کریں گے اور نہ آپ کو بیعت کبھی بھی ختم کرنے دیں گے، آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آگے رکھا ہے کہ آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس کون آپ کو پیچھے ہٹا سکتا ہے؟

ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں افضل ہیں

اہل سنت والجماعت کے عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں افضل اور اعلیٰ تھے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو عقل کے معیار پر کھنے کی ضرورت نہیں ہے، عقل کچھ لوگوں کی افضلیت کا اقرار نہیں کرنے دیتی، مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا تعلق اجماع امت کے ساتھ ہے، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق ہیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ صرف تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل اور بہتر ہیں بلکہ امت میں سب سے بہترین اور افضل ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی افضلیت پر مہر تصدیق حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے ثبت کر دی ہے، انہوں نے واضح فرما دیا تھا کہ

خَيرُ النَّاسِ بَعدَ نَبِيِّنَا أَبُو بَكر وَعُمَرَ.

لوگوں میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

پھر ان کی افضلیت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل دلیل ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں مصلائے امامت کے لیے ان کا انتخاب فرمایا تھا، اگر ان کے علاوہ کوئی ان سے بہتر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو آگے کرتے اس پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ مجھے ہٹا دو، مجھے ہٹا دو میں تم سے بہتر نہیں ہوں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اپنے بارے میں کہنا ہے کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں یہی بات ان کی تقدیم، ان کی فضیلت، ان کی مدح اور تعریف کے زمرے میں آتی ہے کہ انہوں نے اپنی ذات کی نفی کی ہے، اس کے باوجود کہ وہی اعلیٰ، افضل، اہیٰ اور برتر تھے۔ (الغنیہ فی اصول الدین ا ص ۶۴)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولادِ آدم کے سردار تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین تھے، مگر اپنی نفی فرمائی، بلکہ ایک مقام پر فرمایا کہ مجھے دوسرے انبیاء کرام پر فضیلت نہ دو، اگرچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کی وضاحت کے مطابق اس کا مطلب یہ تھا کہ مجھے اس طرح فضیلت نہ دو کہ دوسرے نبیوں کی توہین، تنقیص اور تحقیر کا پہلو نکلتا ہو۔

امام اہل سنت مولانا علامہ عبد الشکور لکھنوی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "خلفائے راشدین" کے ابتدائیہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے عقائد کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کا مرتبہ باقی صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ ہے اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں اہل حدیبیہ رضی اللہ عنہم کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے اور اہل حدیبیہ رضی اللہ عنہم میں اہل بدر رضی اللہ عنہم اور اہل بدر رضی اللہ عنہم میں چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم کا مرتبہ سب سے زیادہ ہے، چاروں خلفاء رضی اللہ عنہم میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ سب سے فائق ہے۔ (خلفاء راشدین ص۷)

استاذ المحدثین مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "عقائد اسلام" میں لکھتے ہیں کہ افضلیت کا دارومدار سبقت اور تقدم پر ہے، فضائل اور کمالات میں جو سبقت لے جائے وہی رتبہ میں افضل اور مقدم ہو گا، دنیا اور دین دونوں میں یہ قاعدہ مسلم ہے جو اول ہے وہ اول ہے اور جو ثانی ہے وہ ثانی ہے اور جو آگے ہے اور جتنا آگے ہے وہی آگے ہے اور جو پیچھے ہے اور جتنا پیچھے ہے اتنا ہی پیچھے ہے اور حق جل شانہ کے اس ارشاد والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار میں اسی طرف اشارہ ہے کہ افضلیت کا مدار سبقت اور اولیت پر ہے۔

اب اس معیار پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھیے اور سمجھیے، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فضیلت کے ہر میدان میں بِکر تھے یعنی اول اور سابق تھے، ایمان اور اسلام میں وہ سب سے سابق اور اول تھے اور دین اسلام کی تائید اور تقویت میں وہ سب سے سابق اور اول تھے اور خدا اور رسول کے لیے جان ومال کو خرچ کرنے میں سب سے

سابق اور اول تھے گویا کہ دین کے ہر باب میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سابق تھے اور باقی سب لاحق تھے اور سابق لاحق کا استاذ ہوتا ہے اور لاحق جو دولت بھی پاتا ہے وہ سابق ہی کی بدولت پاتا ہے۔(عقائد اسلام ص ۱۰۰)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ

ابو الجحاف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا كَانَ لَهُ وَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ، وَوَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ، فَوَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ جِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ، وَوَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ(فضائل الصحابہ)

اللہ نے جو نبی بھیجے ان کے لیے دو وزیر آسمانوں میں اور دو وزیر زمین میں ہوتے ہیں، پس میرے دو آسمان والے وزیر جبریل اور میکائیل ہیں اور میرے دو وزیر زمین والے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

کسی بھی سلطنت کے بادشاہ کو اپنے وزیروں پر نہ صرف ناز ہوتا ہے بلکہ ان پر اسے اعتماد بھی ہوتا ہے، اسی لیے تو وہ اتنا بڑا منصب وزیروں کے سپرد کرتا ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر بھی تھے، مشیر بھی تھے، رشتہ دار بھی تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی ایک ایک بیٹی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم تھی، جن کو اہل ایمان کی ماں کہا گیا ہے۔

رشتہ داری اپنی جگہ پر قابل فخر وناز ہے، مگر سنت الٰہیہ یہ ہے کہ وہ انبیاء کرام کے معاون و مددگار کے طور پر دو وزیروں کا انتخاب کرتا ہے، جیسا کہ روایت کے صریح الفاظ سے پتا چلتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزرائے ارضی کے لیے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا گیا، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان دو پر بہت زیادہ اعتماد تھا اور رب العالمین کے علم میں بھی ان دونوں کو ایک امتیازی شان حاصل ہے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ مجسمہ خیر تھے

قرآن میں مومن، مسلم، متقی، قانت، صادق، صدیق، شہید، صالح، صابر، شاکر، تائب، عابد، راکع، ساجد، نیکی کا حکم کرنے والے، برائی سے روکنے والے،، اللہ کی حدود کے پاسبان و پاسدار، محسن و نیکوکار، متوکل، مہتدی، مفلح اور کامیاب و کامران جن لوگوں کو کہا گیا ان کا سب سے پہلا مصداق حضرات صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی امام الصحابہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، قرآن میں ان کے تذکرے موجود ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر بھی ان کے چرچے اور تذکرے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن سوال کیا کہ

مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ صَائِمًا؟

تم میں آج کس آدمی نے روزہ رکھا ہوا ہے؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے روزہ رکھا ہوا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: مَنْ تَصَدَّقَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ عَلَى سَائِلٍ بِشَيْءٍ؟

تم میں آج کس نے سوالی پر صدقہ کیا ہے؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: مَنْ عَادَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ مَرِيضًا؟

تم میں سے آج کس نے کسی بیمار کی عیادت کی ہے؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے بیمار کی عیادت کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: مَنْ شَيَّعَ مِنْكُمُ الْيَوْمَ جِنَازَةً؟

تم میں سے آج کون جنازے کے ساتھ گیا ہے؟

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جنازے کے ساتھ گیا ہوں۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَجْمَعَ هَذِهِ الْخِصَالَ إِلَّا لِرَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ (فضائل الصحابہ لاحمدبن حنبل)

یہ تمام صفات اور خوبیاں کسی جنتی شخص کے اندر ہی جمع ہو سکتی ہیں۔

یہ شان اور مقام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے، جو ایک دن اس امتحان میں پاس ہو گئے، ہر سوال کا جواب انہوں نے دیا، جس جس خوبی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے گئے وہ صدیق رضی اللہ عنہ میں پائی گئی، جو جو چیز کسی مومن اور مسلمان میں مطلوب تھی وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ میں موجود تھی، اسی پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا کہ یہ تمام خوبیاں تو ایک جنتی شخص ہی میں پائی جا سکتی ہیں۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم جانیں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کن خوبیوں اور کن عالی صفات کے مالک تھے، اگر کوئی بدبخت ان خوبیوں سے ناآشنا ہے تو اس جیسا بدنصیب اور قسمت کا مارا کوئی نہیں ہو سکتا، اسی لیے تو حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ

مَنْ جَهِلَ فَضْلَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَدْ جَهِلَ السُّنَّةَ (فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل رحمہ اللہ)

جو شخص حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے ناواقف ہوا وہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ناواقف ہوا۔

ماہتاب نبوت کے چودہ ستارے

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل الصحابہ میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا ایک قول نقل کیا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ سَبْعَةَ رُفَقَاءَ نُجَبَاءَ، وَإِنَّ نَبِيَّكُمْ عَلَيْهِ السَّلَامُ أُعْطِيَ أَرْبَعَةَ عَشَرَ، قُلْنَا: مَنْ هُمْ؟ قَالَ: أَنَا، وَابْنَايَ، وَحَمْزَةُ، وَجَعْفَرٌ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ، وَحُذَيْفَةُ، وَعَمَّارٌ، وَالْمِقْدَادُ، وَأَبُو ذَرٍّ، وَسَلْمَانُ، وَبِلَالٌ

کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جسے چنے ہوئے سات ساتھی نہ دیے گئے ہوں، بے شک تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہ چنے ہوئے ساتھی دیے گئے ہیں، ساتھیوں نے پوچھا کہ وہ کون کون ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ان میں ایک میں ہوں، دو میرے بیٹے ہیں، حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں، جعفر رضی اللہ عنہ ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، عمر رضی اللہ عنہ ہیں، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں، عمار رضی اللہ عنہ ہیں، مقداد رضی اللہ عنہ ہیں، ابو ذر رضی اللہ عنہ ہیں، سلمان رضی اللہ عنہ ہیں اور بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

صدیق رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ بھائی بھائی

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کس قدر محبت تھی اور پیار تھا اس بات کا اندازہ ان کے اس فرمان سے لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت ابو بکر ھذلی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ

رَحِمَهُمَا اللَّهُ أَخَوَايَ أَخَوَايَ (فضائل الصحابہ)

جب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے تو یوں کہتے جاتے تھے کہ اللہ ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے، یہ دونوں میرے بھائی ہیں، یہ دونوں میرے بھائی ہیں۔

اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ حضرت علی المرتضی کی ان کے ساتھ کس قدر محبت تھی۔

اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو اسلام ختم ہو جاتا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے احسانات ناقابل فراموش ہیں، حیاتِ نبی میں بھی انہوں نے اپنی گراں قدر خدمات سے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحۂ رحلت کے بعد بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا عظیم مشن جاری رکھا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جس قدر فتنوں نے اسلام کے خلاف یلغار کی تھی اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے خلاف علمِ جہاد بلند نہ کرتے تو شاید اسلام اس قدر صفائی اور ستھرائی کے ساتھ مسلمانوں کے سامنے کبھی نہ آسکتا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سرگرمیوں کے باعث ان کے ہاتھ آیا، حضرت عبد اللہ بن یونس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے وکیع بن الجراح رضی اللہ عنہ کو مکہ کی طرف چلتے ہوئے یہ کہتے ہوئے سنا، وہ فرمارہے تھے۔

لَوْلَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ ذَهَبَ الْإِسْلَامُ

اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو اسلام ختم ہو جاتا۔ (فضائل الصحابہ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مثال بارش کے قطروں جیسی ہے

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امت مسلمہ کے محسن تھے، ان کی ذات امت مسلمہ اور دین اسلام کے لیے بہت ہی نفع بخش تھی، حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ ان کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ پہلی کتابوں میں ان کی مثال بارش کے قطروں جیسی بیان کی گئی ہے جو جہاں برستے ہیں وہاں نفع ہی نفع ہوتا ہے فرمایا

مَثَلُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فِي الْكِتَابِ الْأَوَّلِ مَثَلُ الْقَطْرِ، أَيْنَمَا وَقَعَ نَفَعَ. (فضائل الصحابہ)

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مثال پہلی کتاب میں بارش کے قطرہ جیسی ہے جو جہاں پہنچا وہاں ساتھ نفع بھی پہنچا۔

بارش سے زمین میں وتر آتا ہے، پھر زمین میں بیج ڈالا جاتا ہے، اس وتر کی وجہ سے زمین میں ڈالے جانے والے بیج میں خمار پیدا ہوتا ہے، اس خمار کے باعث دانا ہر سمت سے پھٹنا چاہتا ہے، مگر قدرت والا اسے صرف

نیچے اوراوپر سے پھاڑ تا ہے ،اوپر سے پھاڑ کر کونپل بنا دیتا ہے جب کہ نیچے سے پھاڑ کر اس کی جڑ بنا دیتا ہے ،پھر اس کو پھل دار بناتا ہے، بارش کے باعث سبزہ اور پھل ہر آنکھ کو خوشنما لگتا ہے ،پھر کھیتوں اور کھلیانوں میں بارش کے باعث ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے ،اسی طرح ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باعث شجر اسلام سر سبز و شاداب تھا اوراسی کی بدولت آج تک سر سبز وشاداب ہے۔

☆☆☆

ابو بکر کو صدیق کیوں کہا جاتا ہے ؟

ابو وہب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے غلام تھے نے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی ،اس پر حضرت جبریل علیہ السلام نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کریں گے۔

مولیٰ ابو ہریرہ حضرت وہب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهِ لِجِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: إِنَّ قَوْمِي لَا يُصَدِّقُونِي ، فَقَالَ لَهُ جِبْرِيلُ: بَلَى، يُصَدِّقُكَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ.(فضائل)

جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی ،اس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی ،اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں قوم تصدیق نہیں کرے گی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کر دیں گے۔

علامہ ابو نعیم احمد اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "معرفۃ الصحابہ " میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت لائے ہیں ،حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے بتایا،وہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى قُرَيْشٍ فَأُخْبِرَهُمْ، فَكَذَّبُوهُ وَصَدَّقَهُ أَبُو بَكْرٍ، فَسُمِّيَ يَوْمَئِذٍ الصِّدِّيقَ (معرفۃ الصحابہ لابی نعیم اصبہانی ۱/ ۲۴)

میں چاہتا ہوں کہ قریش کی طرف جاؤں اور انہیں اطلاع کروں، مگر ان لوگوں نے مجھے جھٹلایا، جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میری تصدیق کی، پس اسی دن سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہا جانے لگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ایک روایت ایسی ہی آئی ہے، جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہے جانے کی وجہ بیان کی گئی ہے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں

لَمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَحَ يُحَدِّثُ بِذَلِكَ النَّاسَ فَارْتَدَّ نَاسٌ مِمَّنْ كَانَ آمَنَ بِهِ وَصَدَّقَ بِهِ وَفُتِنُوا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنِّي لَأُصَدِّقُهُ فِيمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذَلِكَ، أُصَدِّقُهُ بِخَبَرِ السَّمَاءِ فِي غَدْوَةٍ أَوْ رَوْحَةٍ؛ فَلِذَلِكَ سُمِّيَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقَ **(معرفة الصحابہ لابی نعیم)**

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی، تو صبح اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا جس پر کچھ لوگ مرتد ہو گئے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی یہ لوگ آزمائش میں پڑ گئے مگر حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ میں اس سے بھی دور کی بات ہو گی تو اس کی تصدیق کروں گا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی خبروں کی صبح وشام تصدیق کروں گا، اسی وجہ سے تو آپ کو ابو بکر صدیق کہا جانے لگا۔

ابو بکر کا نام صدیق اللہ تعالیٰ نے رکھا

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت نبعہ نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ سَمَّاكَ الصِّدِّيقَ (معرفة الصحابہ لابی نعیم الاصبہانی)

بے شک تیرا نام اللہ تعالیٰ نے صدیق رکھا ہے۔

صدیق نام آسمانوں سے اترا ہے

حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے سنا وہ قسم کھا کھا کر فرماتے تھے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق آسمانوں سے اتارا گیا ہے، علامہ ابو نعیم احمد اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "معرفۃ الصحابہ" میں ایک روایت نقل کی ہے جس میں حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی اس قسم کا ذکر ہے جس میں انہوں نے فرمایا

أُنْزِلِ اسْمَ أَبِي بَكْرٍ مِنَ السَّمَاءِ الصِّدِّيقَ

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام آسمانوں سے صدیق اتارا گیا ہے۔(معرفۃ الصحابہ ج ۱ ص ۲۴)

ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ "معرفۃ الصحابہ" میں حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت لائے ہیں، جس میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ الَّذِي سَمَّى أَبَا بَكْرٍ عَلَى لِسَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِدِّيقًا(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم الاصبہانی ۱/ ۲۴)

بے شک اللہ عزّوجل وہ ذات ہیں جنہوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام زبان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صدیق رکھوایا ہے

ابو بکر رضی اللہ عنہ کو عتیق کیوں کہا جاتا ہے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دوزخ سے آزاد قرار دیا ہے، علامہ ابو نعیم اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "معرفۃ الصحابہ" میں ایک روایت نقل کی ہے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

أَنْتَ عَتِيقُ اللهِ مِنَ النَّارِ

تو دوزخ سے آزاد کیا ہوا ہے۔(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ج ۱ ص ۲۴)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس ارشاد گرامی کے بعد میرے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عتیق پڑ گیا تھا۔

ابو یوسف یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "معرفہ والتاریخ" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت لائے ہیں، جس میں وہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ بن عثمان تھا، ان سے پوچھا گیا کہ لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو عتیق کیوں کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ

إِنَّ أَبَا قُحَافَةَ كَانَ لَهُ ثَلَاثَةُ أَوْلَادٍ فَسَمَّى وَاحِدًا عَتِيقًا وَمُعْتَقًا وَعُتَيْقًا

ابو قحافہ کے تین بیٹے تھے ان میں ایک کا نام عتیق تھا، دوسرے کا معتق تھا اور تیسرے کا نام عُتیق (تصغیر کے ساتھ) تھا۔ (معرفہ والتاریخ ج ا ص ۲۳۸)

علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں عُتیق کی جگہ معتیق لکھا ہے۔

ابن عساکر میں موسیٰ بن طلحہ کی روایت ہے کہ انہوں نے ابو طلحہ سے پوچھا کہ ابو بکر کو عتیق کیوں کہا جاتا ہے، تو انہوں نے کہا کہ حضرت ابو بکر کی والدہ کے ہاں اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، جب ابو بکر پیدا ہوئے تو ان کی والدہ انہیں لے کر بیت اللہ میں چلی گئیں، تو انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! یہ موت سے آزاد ہے تو مجھے یہ عطا فرمادے۔

تاریخ الخلفاء میں حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کو ان کے خوبصورت چہرے کی وجہ سے عتیق کہا جاتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۲۷)

یحیٰ بن معین کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق کو حسن و جمال کی وجہ سے عتیق کہا جاتا ہے، کیونکہ آپ بہت خوبصورت چہرے والے تھے۔ (القاب الصحابہ والتابعین ج ا ص ۲۷)

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ ابو بکر کا نام عبد اللہ تھا جب کہ ان کا لقب عتیق تھا۔ (الاصابہ فی التمیز الصحابہ لابی الفضل احمد بن حجر عسقلانی)

فضل بن دکین اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر کو عتیق اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ قدیم فی الخیر ہیں۔

فلاس اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ صدیق کو ان کے چہرے کی وجہ سے عتیق کہا جاتا ہے۔ مصعب زبیری کہتے ہیں کہ انہیں عتیق اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کے نسب میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے ان پر کوئی عیب لگایا جائے۔

جس نے جنتی دیکھنا ہو تو صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے

حضرت عائشہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں ایک دن بیٹھی ہوئی تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خانہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے، میرے اوران لوگوں کے درمیان ایک تحت بچھاہوا تھا، اتنے میں میرے والد تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایاکہ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى عَتِيقٍ مِنَ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ

جو شخص چاہے کہ کسی دوزخ سے آزاد شخص کو دیکھے تووہ ابو بکر صدیق کو دیکھ لے۔(معرفۃ الصحابہ لابی نعیم)

ان کانام ان کے گھر والوں نے عبد اللہ بن عثمان رکھا تھا، مگر آج کے دن کے بعد آپ کو عتیق کہا جانے لگا۔

تاریخ الخلفاء میں علامہ جلال الدین سیوطی جو روایت لائے ہیں، اس میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں تھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم گھر کے صحن میں تشریف فرماتھے، میرے اور ان کے درمیان پردہ تھا، اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ جو شخص دوزخ سے کسی آزاد شخص کو دیکھنا چاہتاہے تووہ ابو بکر کو دیکھے۔(تاریخ الخلفاء ۲۷)

ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدق دل کے باعث عظمت ملی

کسی نے کیاخوب تجزیہ کیاکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کواس وجہ سے عظمت اورشان نہیں ملی کہ وہ دوسروں سے زیادہ نمازیں پڑھتے تھے، دوسروں سے زیادہ روزے رکھتے تھے بلکہ انہیں ایک ایسی چیز کی وجہ سے فضیلت ملی جو ان کے دل میں پنہاں تھی۔

بکر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَفْضُلِ النَّاسَ بِأَنَّهُ كَانَ أَكْثَرَهُمْ صَلَاةً وَصَوْمًا، إِنَّمَا فَضَلَهُمْ بِشَيْءٍ كَانَ فِي قَلْبِهِ.(فضائل الصحابہ لاحمدبن حنبل)

بے شک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کولوگوں میں اس لیے فضیلت نہیں ملی کہ لوگوں میں زیادہ نمازیں پڑھتے اورروزے رکھتے تھے بلکہ انہیں فضیلت اس چیز کے باعث ملی جو ان کے دل میں تھی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جنت میں ایک اعزاز

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنتی پرندے کی صفت بیان فرمارہے تھے کہ
طَيْرُ الْجَنَّةِ أَعْظَمُ مِنَ الْبُخْتِ» ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّ ذَاكَ لَطَيْرٌ نَاعِمٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَا أَبَا بَكْرٍ، آكِلُهُ أَنْعَمُ مِنْهُ، وَاللَّهِ إِنِّي لَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ يَا أَبَا بَكْرٍ مِمَّنْ يَأْكُلُ مِنْهُ
جنتی پرندہ اونٹ سے بڑا ہوگا، اس پر حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا کہ یارسول اللہ! پھر تو یہ پرندہ بہت موٹا ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! اسے کھانے والے بہت زیادہ نعمتوں سے سرشار ہوں گے، قسم بخدا! میں امید رکھتا ہوں کہ اے ابو بکر آپ ان میں ہوں گے جو اس میں سے کھائیں گے۔ (فضائل الصحابہ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں شانِ عالی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو رب العالمین نے نواز، انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق بنایا، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر بنایا، انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاج شناس بنایا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل جیتا کرتے تھے انہیں ایسی صفات سے سرشار فرمایا تھا، ایک بار کچھ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کی تعریفیں کرنے لگے، جس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی سرزنش کی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منقبت بیان کی، حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں
أَتَى قَوْمٌ عُمَرَ فَقَالُوا: مَا رَأَيْنَا خَلِيفَةً خَيْرًا مِنْكَ، قَالَ: فَضَرَبَهُمْ عُمَرُ فَقَالَ: أَتَقُولُونَ هَذَا لِي وَقَدْ رَأَيْتُمْ أَبَا بَكْرٍ؟(فضائل الصحابہ)
کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگے، ہم نے آپ سے بہترین خلیفہ کوئی نہیں دیکھا، راوی کہتے ہیں کہ انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیٹا، پھر فرمایا: تم اس طرح کی بات میرے لیے کہتے ہو حالانکہ تم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی دیکھ لیا ہے۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کو دھمکایا تھا جس نے ان کے سامنے ان کی تعریف وستائش کی تھی، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

قَالَ رَجُلٌ لِعُمَرَ: مَا رَأَيْتُ رَجُلًا خَيْرًا مِنْكَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: رَأَيْتَ أَبَا بَكْرٍ؟ فَقَالَ: لَا، قَالَ: لَوْ قُلْتَ: نَعَمْ، لَجَلَدْتُكَ.

ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہا کہ میں نے آپ سے بہترین کوئی آدمی نہیں دیکھا، جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے ؟ اس شخص نے کہا کہ نہیں میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا، اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ اگر تو کہتا کہ میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے تو میں تجھے درّے مارتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے درّے مارنے کی بات اس لیے کی کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جانتے ، پہچانتے ، ان کے دورِ حکومت کی خوبیوں ، ان کے مناقب اور فضائل سے آگاہی کے باوجود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہہ رہا تھا کہ

میں نے آپ سے بہتر کوئی شخص نہیں دیکھا، صدیق رضی اللہ عنہ کو جانتے بوجھتے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایسی بات کہنا یقینا جھوٹ ہوتا، اس جھوٹ کی وجہ سے درّے مارے جاتے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبے کو کم کرنے کی وجہ سے بھی درّے مارے جاتے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

اِنِّی لَأَسْتَحْيِي مِنْ رَبِّي أَنْ أُخَالِفَ أَبَا بَكْرٍ.(فضائل الصحابہ)

مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کروں۔

چار یارانِ نبی سے محبت نہ رکھنے والا مومن نہیں

ابو عبد الرحمن نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد الرزاق کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ

وَاللّٰهِ مَا انْشَرَحَ صَدْرِي قَطُّ أَنْ أُفَضِّلَ عَلِيًّا عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَى عُثْمَانَ، رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَى عَلِيٍّ، وَمَنْ لَمْ يُحِبَّهُمْ فَمَا هُوَ بِمُؤْمِنٍ، وَإِنَّ أَوْثَقَ أَعْمَالِنَا حُبُّنَا إِيَّاهُمْ أَجْمَعِينَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ

اللہ کی قسم ! میرا کبھی شرح صدر نہیں ہو سکا کہ میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دوں، اللہ تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ دونوں پر رحم کرے، اللہ تعالیٰ عثمان و علی

رضی اللہ عنہما دونوں پر اپنی رحمت نازل کرے جو ان (چاروں) کے ساتھ محبت نہیں رکھتا وہ مومن نہیں ہے، ہمارے اعمال کی مضبوطی یہ ہے کہ ہم ان سب کے ساتھ محبت رکھیں۔ (فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل)

حشر میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت قابل داد ہے، جس کا آغاز جبل ابو قبیس کے دامن سے ہوا اور میدان حشر تک چلتی چلی جائے گی، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، ثُمَّ أَهْلُ الْبَقِيعِ يُبْعَثُونَ مَعِي، ثُمَّ أَهْلُ مَكَّةَ، ثُمَّ أُحْشَرُ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ

میں پہلا شخص ہوں گا جس کی زمین قیامت کے دن کھلے گی، پھر ابو بکر اور عمر کی زمین کھلے گی، پھر بقیع والے لوگ میرے ساتھ اٹھائے جائیں گے، پھر مکہ والے اٹھائے جائیں گے، پھر میں حرمین کے درمیان سے اٹھایا جاؤں گا۔

انبیاء اور رسولوں کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ افضل الناس ہیں

اہل سنت والجماعت کے عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء اور مرسلین کے بعد ساری انسانیت سے افضل اور اعلیٰ ہیں، جیسے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے، فرماتے ہیں کہ

رَآنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْشِي أَمَامَ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: «يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، أَتَمْشِي أَمَامَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ؟ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ، وَلَا غَرَبَتْ، عَلَى أَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ أَفْضَلَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ (فضائل الصحابہ)

مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو فرمانے لگے، اے ابو درداء! کیا تو ایسے شخص سے آگے آگے چلتا ہے جو تجھ سے دنیا اور آخرت میں افضل ہے؟ انبیاء اور رسولوں کے بعد جن لوگوں پر سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے ابو بکر رضی اللہ عنہ ان سب سے افضل ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے بہترین شخص

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس امت کے بہترین شخص ہیں ، حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا:

اے اباجان! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کا بہترین شخص کون ہے ؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کا بہترین شخص ابو بکر ہیں۔

محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ: پھر ان کے بعد کون ہے ؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس امت کے بہترین شخص ہیں

محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کے بعد خوف دامن گیر ہوا کہ میں آپ سے پوچھتا کہ ان کے بعد اس امت کا بہترین کون ہے ؟ وہ کہتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ: اے میرے ابا! آپ بہترین نہیں ہیں ؟

علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا والد عام مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہے۔

باب علم ، وصی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ عظیم شان کے مالک تھے ، ان کا مرتبہ اور مقام احادیث میں بیان کیا گیا ہے ، یہاں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے پیشرو خلفاء کرام کی عظمت بیان کی ہے ، اپنی عاجزی اور انکساری کے باعث فرمایا کہ میں تو عام مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں ، یہ بات فرمانا بھی ان کی عظمت کی واضح دلیل ہے۔

صاحبِ نہج البلاغہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسلام میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں" (شرح نہج البلاغہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہم پلہ کسی کو نہیں سمجھتے تھے ، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ قرار دیتے تھے" (ابو داؤد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا یہاں ذکر ہے ، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شانِ صدیق اکبر پر یہ واضح اور دوٹوک مؤقف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اور اتفاق ہی نہیں ہے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منظوری کے باعث ان کی عظمت کو مزید چار چاند لگ جاتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ واضح فرماتے ہیں کہ "ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یوں کہا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو گیا۔(ابو داؤد)

جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ رائے رکھتے تھے ان میں باقی اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ بھی تھے، جیسے ہم ان کے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے ضمن میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی رائے لکھ چکے ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوستی

جو شخص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دوست بنائے گا اللہ اسے دوست بنائے گا اور جو ان سے برأت کا اعلان کرے گا اللہ اس سے بری ہے، حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جعفر بن عبد اللہ بن علی رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے

بَرِئَ اللَّهُ مِمَّنْ تَبَرَّأَ مِنْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ (فضائل الصحابہ)

جس شخص نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے برأت اختیار کی اللہ تعالیٰ اس سے بری ہو گا۔

کثیر بن نواء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد جعفر بن عبد اللہ بن علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ

تَوَلَّهُمَا، فَمَا كَانَ فِي ذَلِكَ فَهُوَ فِي عُنُقِي (فضائل الصحابہ)

ان دونوں کو دوست بناؤ، اگر اس دوستی کے صلے میں کچھ ہو تو اس کا وبال میری گردن پر ہے۔

اسی طرح کثیر بن نواء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے زید بن علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ

تَوَلَّهُمَا، قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ تَقُولُ فِيمَنْ يَتَبَرَّأُ مِنْهُمَا؟ قَالَ: أَبْرَأُ مِنْهُ حَتَّى يَتُوبَ

ان دونوں کو دوست بنالو، میں نے پوچھا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو ان دونوں سے بیزار ہے، تو انہوں نے کہا کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو ان دونوں سے بیزار ہے، یہ بیزاری اس کے توبہ کرنے تک رہے گی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تقویٰ

حضرت اسود بن قیس، حضرت نبیح رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں نکلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ساتھی ساتھی بنادیا، فلاں فلاں کا ساتھی، فلاں فلاں کا ساتھی، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں تھا، ہمارے ساتھ ایک دیہاتی آدمی بھی تھا، ہم دیہاتیوں میں سے ایک گھر میں اترے، ان میں ایک عورت حاملہ تھی، اسے اس دیہاتی نے کہا کہ اگر تو مجھے ایک بکری دے دے تو میں تجھے لڑکا پیدا ہونے کی خوشخبری سناؤں گا۔

چنانچہ لڑکا پیدا ہو گیا تو اس نے اس دیہاتی کو ایک بکری دے دی، اس دیہاتی نے اس پر مسجع اور مقفیٰ عبارت آرائی شروع کر دی، پھر اس نے وہ بکری ذبح کر دی، جب لوگ بکری کا گوشت کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک آدمی نے سوال کیا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ بکری کیا ہے؟ پھر اس نے ان کو اطلاع دی، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
فَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ مُتَبَرِّزًا مُسْتَقْبِلًا يَتَقَيَّأُ (فضائل الصحابہ)
میں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کھلی جگہ کی طرف آگے بڑھ کر قے کرتے ہوئے دیکھا۔

چونکہ جس طرح اس دیہاتی نے بکری حاصل کی تھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاں یہ طریقہ اچھا اور درست نہیں تھا، اس لیے ان کے نزدیک اس بکری کا گوشت مشکوک تھا، تو متقی آدمی مشکوک چیزوں کو استعمال کرنے کو مناسب خیال نہیں کرتا۔

عجز اور انکساری کا پیکر

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صرف صدیق ہی نہیں تھے بلکہ متقی اور پرہیز گار بھی تھے ، پھر ان ساری خوبیوں پر ان کی عاجزی ، مسکینی اور انکساری سونے پر سہاگہ تھا، حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کس بناء پر آپ میری بیعت کریں گے ؟ میں آپ سے تقویٰ میں زیادہ ہوں اور نہ ہی میں آپ سے زیادہ طاقتور ہوں ، ہم میں سب سے زیادہ متقی سالم رضی اللہ عنہ ہیں یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے غلام ، اور ہم میں زیادہ طاقت والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے، آپ کے بارے میں قرآن کریم میں آیا ہے کہ

"جب وہ دونوں غار میں تھے ، جب ان میں سے ایک اپنے دوسرے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر، اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے " چنانچہ ان لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ان کے لیے روزینہ کے طور پر دو ہزار درہم مقرر کر دیے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ذرا بڑھا دو اس لیے کہ آپ لوگوں نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے ، میں عیالدار آدمی ہوں ، چنانچہ ان لوگوں نے پانچ سو درہم اور بڑھا دیے ، اور روزانہ کی ایک بکری ان کے لیے طے کر دی جس سے وہ مہمانوں کو کھانا کھلاتے تھے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے گھر والوں کے لیے اس کے سری پائے مقرر کر دو، چنانچہ انہوں نے اس فرمائش پر ایسا ہی کیا۔ (فضائل الصحابہ لاحمد)

پہلے تو اپنی ذات کی نفی ہی نفی کر دی ، کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اور میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے ، حالانکہ یہ وہ شخص ہیں جن کو اتقیٰ خود قرآن نے کہا کہ یہ سب سے زیادہ متقی انسان ہیں، جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یار غار قرار دیا گیا، جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر اعتماد اور بھروسہ تھا کہ انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے ، معنا جمع متکلم کا لفظ بول کر صدیق کی صداقت اور دوستی پر فخر کا اظہار کیا گیا تھا، پھر حضرت عمر فاروق جیسے جلیل القدر انسان جن کے فضائل اور مناقب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے صادر ہوئے ، وہ انہیں درخواست کر رہے ہیں کہ وہ اپنا ہاتھ مبارک بڑھائیں تاکہ ان کی بیعت کی جائے ، تو ایسے نازک موقع پر سالم کے تقویٰ اور طہارت کے قصیدے شروع

کر دیے، حالانکہ سالم حضرت حذیفہ کے آزاد کردہ غلام تھے، پھر حضرت عمر کی طاقت اور قوت کا ذکر کیا، کہ اگر متقی انسان اس منصب جلیلہ پر فائز کیا جاسکتا ہے تو پھر سالم مولیٰ حذیفہ کو بنادیا جائے اور اس منصب جلیل کا تقاضا ہے کہ کوئی قوی الجثہ، طاقتور آدمی اس پر فائز ہو تو وہ حضرت عمر فاروق کے سوا کون ہو سکتا۔

صدیق اکبر چونکہ تاجر تھے، تجارت سے گزر بسر کرتے تھے، جب منصب خلافت پر فائز کر دیے گئے تو اس منصب پر بٹھانے والوں نے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا، جس کو بوجھل دل کے ساتھ قبول کرتے ہوئے اپنی ضرورت واضح کر دی، مہمان نواز انسان تھے اس لیے ان کی اس فیاضانہ صفت کو دیکھتے ہوئے ان ارباب حل وعقد نے ایک بکری برائے ضیافت طے کر دی، جس کے سری پائے کی فرمائش کر دی، تاکہ خیانت سے بچا جاسکے، یہ تقویٰ، طہارت، للّٰہیت، خدا خوفی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ پر کمال درجہ کا اعتماد

نبی کریم ﷺ کو اپنے دو ساتھیوں جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر کس درجے اعتماد اور بھروسہ تھا اس کا اندازہ اس روایت سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور ہماری طرف متوجہ ہوئے، پھر فرمایا

ایک شخص گائے کو ہانکتا ہے، اس پر سواری کرتا ہے پھر اسے مارتا بھی ہے، گائے کہتی ہے کہ ہم اس مقصد کے لیے پیدا نہیں کیے گئے، ہم تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، لوگوں نے یہ بات سن کر کہنا شروع کیا کہ سبحان اللہ گائے بھی باتیں کرنے لگ گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابو بکر اور عمر بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں، حالانکہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر دونوں وہاں موجود ہی نہیں تھے، اسی طرح ایک آدمی اپنی بکریوں کے ریوڑ میں تھا کہ بھیڑیے نے جست لگائی اور اس کی ایک بکری اچک لے گیا، اس نے اسے تلاش کیا تو وہ مل گئی، پھر اس سے چھڑا لایا، بھیڑیے نے کہا کہ اے شخص! کیا تو نے اسے مجھ سے چھڑا لیا ہے؟ تو اس دن جس دن میرے سوا کوئی اس کا نگران نہیں ہو گا اس دن کیا ہو گا؟ لوگوں نے کہنا شروع کیا، سبحان اللہ بھیڑیے بھی باتیں کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں اور ابو بکر اور عمر اس پر ایمان رکھتے ہیں، حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود ہی نہیں تھے۔ (فضائل صحابہ لاحمد)

دوسرے کے اعمال کی شہادت تو سب دیکھنے والے دے دیتے ہیں، لیکن کسی کے ایمان کی گواہی کوئی کیونکر دے سکتا ہے، کیونکہ ایمان قلبی کیفیات کا نام ہے، یہ گواہی اور شہادت تو اللہ کا چنا ہوا نبی اور رسول ہی دے سکتا ہے، جسے خود اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں خبردار کیا ہو، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس قدر عالی ایمان والے، راسخ ایمان والے تھے کہ ان دونوں کے ایمان کی گواہی اپنے ایمان کے ساتھ دی، یہاں ایک باریک فرق ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ جب قوم عمالقہ نے جہاد سے انکار کیا تو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ان سے جدائی اختیار کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ مجھے تو صرف اپنے اوپر اور اپنے بھائی پر اعتماد ہے، جس قوت اور یقین کے ساتھ حضرت موسیٰ نے اپنے اور اپنے حقیقی بھائی ہارون علیہ السلام کے باطنی امر کی خبر دی، ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قوت اور یقین کے ساتھ اپنے یار غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

بخاری کے شارح علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اس لیے فرمایا تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ایمان کے سچا ہونے اور ان کی قوتِ یقین اور کمالِ معرفت کا قدرتِ خداوندی سے پورا پورا علم تھا (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں وزیروں ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کس درجے اعتماد اور بھروسہ تھا کہ ان کی عدم موجودگی میں بھی ان کا ذکر فرمایا کہ کوئی مانے یا نہ مانے میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اس بات کو مانتے اور ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ کی قدرت سے گائے بھی بول سکتی ہے اور بھیڑیے کو بھی قوت گویائی مل سکتی ہے، جس اللہ نے انسانی منہ کے اندر دانتوں کے بیچوں بیچ گوشت کے ایک لوتھڑے کو بلوا دیا، بولنے کی طاقت دی، آواز دی وہ جانوروں کو بھی قوت گویائی دے دے اور ان سے اس طرح باتیں کروا دے جس طرح انسان کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انسان تو انسان تھے پتھر بھی بول پڑے تھے، ابو جہل کے ہاتھ میں کنکر بول پڑے تھے، درختوں نے سلامیاں دی تھیں، مردہ جانور بول اٹھے تھے، جمادات اور حیوانات بول پڑے تھے۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عدل وانصاف کی خاطر بے چین

آل ربیعہ میں سے ایک شخص کا کہنا ہے کہ انہیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو ایک دن غم سے نڈھال ہو کر گھر میں بیٹھ گئے، ان کے پاس حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں ملامت کرتے ہوئے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ آپ نے یہ بوجھ مجھ پر لادا ہے، لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کون کرے گا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان معلوم نہیں ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

جب حاکم اجتہاد کرے اس کے بعد حق کو پالے تو اس کے لیے دہرا اجر ہے، اور جب اجتہاد کرے اور اس میں اس سے غلطی ہو جائے تو اس کے لیے اکہرا اجر ہے؟ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تسلی مل گئی۔

ان حضرات کے ہاں حکومت عیاشی، رعب ودبدبہ، کروفر، جاہ وجلال کے لیے نہ تھی، بینک بیلنس بڑھانے کا ذریعہ نہ تھی، قتل وغارت گری کو فروغ دینے کا ذریعہ نہ تھی بلکہ وہ لوگ قوم کے سچے راہبر اور راہنما تھے، سچے خادم ملت تھے، ہمدرد اور غمگسار تھے، عدل وانصاف کے سچے علمبردار تھے، اپنی رعایا کی درست طور پر خبر گیری کو اجر وثواب کا ذریعہ سمجھتے تھے، کوتاہی اور قصور کو قابل گرفت سمجھتے تھے۔

ابو بکر کو مصلے کا امام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنایا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحہ رحلت کے بعد مدینہ کے انصار نعرہ زن ہوئے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر تم میں سے ہو گا، اتنے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے، فرمانے لگے، اے گروہ انصار! کیا تم جانتے نہیں ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟

انصار نے کہا: ہاں، ہم جانتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں کس کا جی چاہتا ہے کہ وہ ابو بکر سے آگے بڑھے؟

انصار نے کہا: ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھے؟ (فضائل الصحابہ،)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کس قدر باریک نکتہ نکال کر امت مسلمہ کی اس نازک ترین وقت میں ایک عظیم فتنے کے وقوع پذیر ہونے سے حفاظت فرمائی ، اگر یہاں اوراسی موقع پر جذبات اوراحساسات کو قابو میں رکھ کر لوگوں کے دل ودماغ میں پیدا ہونے والے خیالات کے گھوڑے کولگام نہ دی جاتی توامت مسلمہ ابتدائی مرحلے میں ہی آزمائشوں سے دوچار ہوجاتی، مگر فاروقی فراست کہتی تھی کہ جس کو مصلیٰ امامت پر خود نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کھڑا کیا اس پر کسی اور کو حق کیسے دیا جاسکتا ہے؟

صدیقی خلافت اللہ کی مرضی سے قائم ہوئی تھی

کوئی کس قدر شور مچائے، طوفان اٹھائے، تلملائے، سٹپٹائے مگر یہ بات طے ہے کہ جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت منشاء خداوندی کے مطابق تھی، منشاء نبوی کے مطابق تھی، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے تو اپنی حیات طیبہ میں اشاروں اور کنایوں سے آگاہ کردیا تھا کہ میرے بعد تختِ خلافت پر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی سجے گا، جب تاج خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سر پر سجا دیا گیا تو پھر منشاء خداوندی بھی کھل کر لوگوں کو معلوم ہوئی کہ اللہ ہی نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس عظیم منصب پر بٹھایا ہے۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اچھے خواب بہت اچھے لگتے تھے، اچھے خوابوں کے بارے میں لوگوں سے پوچھتے رہتے تھے۔

ایک دن نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا: تم میں کسی نے خواب دیکھا ہے؟

ایک شخص نے کہا: میں نے خواب دیکھا ہے یارسول اللہ! میں ایک ترازو کو دیکھ رہا ہوں گویا کہ وہ آسمان سے لٹکائی گئی ہے، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس میں وزن کیا گیا، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا وزن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وزن سے بڑھ گیا ہے، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا ہے، ابو بکر رضی اللہ عنہ کا عمر رضی اللہ عنہ سے وزن بڑھ گیا ہے، پھر عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا ہے، عمر رضی اللہ عنہ کا عثمان رضی اللہ عنہ سے وزن بڑھ گیا ہے، پھر وہ ترازو اوپر اٹھالی گئی، اس خواب کی تعبیر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ بیان فرمائی کہ اس سے مراد نبوت ہے پھر اللہ جسے چاہیں گے بادشاہی عطا فرمائیں گے۔ (فضائل الصحابہ)

"فضائل الصحابہ" میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول نقل فرمایا ہے، جس میں وہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ

وَاللّٰهِ لَنَزَلَتْ خِلَافَةُ أَبِي بَكْرٍ مِنَ السَّمَاءِ.
قسم بخدا! حضرت ابو بکر کی خلافت آسمان سے اتری ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار قاصد بھیج کر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ پچھوایا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ نامزد کیا تھا، تو یہ سوال سنتے ہی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا خلیفہ نامزد کیا تھا اور نہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اس درجہ کے انسان تھے کہ وہ کبھی اس منصب کو قبول نہ کرتے۔ (الامامۃ والسیاسہ)

ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دن انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ

إِذَا أَنْتَ مَرِضْتَ قَدَّمْتَ أَبَا بَكْرٍ، قَالَ: «لَسْتُ أَنَا الَّذِي أُقَدِّمُهُ، وَلَكِنَّ اللّٰهَ قَدَّمَهُ
جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر کو آگے کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ابو بکر کو آگے نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو آگے کیا ہے۔ (فضائل الصحابہ)

بہترین آدمی ابو بکر ہیں

کوئی پریشان ہو، چین بہ جبیں ہو، آسمان سر پر اٹھائے، خاک چھانے یا خاک میں ناک چھپائے مگر یہ حقیقت ہے کہ چشم فلک نے انبیاء اور مرسلین کے بعد ابو بکر صدیق جیسا بہترین انسان نہیں دیکھا، اس کی گواہی خود سید الانبیاء والمرسلین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، ارشاد گرامی ہے

نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو بَكْرٍ، وَنِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ (فضائل الصحابہ)
بہترین آدمی ابو بکر ہیں، بہترین آدمی عمر ہیں۔

جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زبان بہترین قرار دے اس کے لیے کسی ایرے غیرے کی گواہی اور شہادت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے، ہم یہی سمجھتے ہیں کہ جسے ابو بکر کی صداقت، ستھرائی اور نظافت پر شک ہے وہ پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر شک کرتا ہے، وہ ان کے فرمان پر شک کرتا ہے، ورنہ مسلمان آدمی تو دیر نہیں لگاتا، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سامنے آتا ہے تو پہلے وہ عقیدت، پیار اور محبت سے سر جھکاتا ہے پھر ان کی صداقت کی گواہی دیتا ہے اور سر تسلیم خم کر لیتا ہے۔

تاجداران خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ کر دیا تھا، جیسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، جسے امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب فضائل الصحابہ میں نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنِّي لَسْتُ أَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ، فَاقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي، يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَهَدْيَ عَمَّارٍ، وَعَهْدَ ابْنِ أُمِّ عَبْدٍ

نامعلوم تمہارے اندر میری کتنی زندگی باقی ہے، پس تم میرے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرنا، اقتدا کرنا، عمار کی راہنمائی لینا، ابن ام عبد کے عہد وپیمان کو تسلیم کرنا۔

حضرت ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک کسی کو خلیفہ نہیں بنایا گیا تھا اگر کسی کو بنایا جاتا تو وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ تھے۔

خلافتِ صدیقی کے لیے دستاویز لکھنے کی نبوی خواہش

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ جس بیماری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی، اس بیماری کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ادْعُوا لِي أَبَا بَكْرٍ وَابْنَهُ، فَلْيَكْتُبْ لِكَيْلَا يَطْمَعَ فِي أَمْرِ أَبِي بَكْرٍ طَامِعٌ، وَلَا يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ» ، ثُمَّ قَالَ: أَبَى اللَّهُ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ (فضائل الصحابہ)

میرے پاس ابو بکر اور ان کے بیٹے (حضرت عائشہ کے والد اور بھائی) کو بلاؤ، انہیں چاہیے کہ وہ لکھیں تا کہ کوئی لالچی ابو بکر رضی اللہ عنہ کے معاملے میں لالچ نہ کرے اور کوئی تمنا کرنے والا تمنا نہ کرے، پھر فرمایا: اللہ اور مسلمان ابو بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو پسند نہیں کرتے۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت مسند البزار میں ہے

لَمَّا اشْتَدَّ وَجعُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ائْتُونِي بِدَوَاةٍ وَّكَتِفٍ أَو قِرطَاسٍ أَكْتُبُ لِأَبِي بَكر كِتَاباً لَّا يَختَلِفُ النَّاسُ عَلَيهِ، ثُمَّ قَالَ: مَعَاذَ اللهُ أَن يَختَلِفَ النَّاسَ عَلَى أَبِي بَكْرٍ

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس دوات اور شانے کی ہڈی لاؤ یا فرمایا کہ کاغذ لاؤ تا کہ میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک دستاویز لکھوا دوں تا کہ لوگ اس کے بارے میں

اختلاف نہ کریں، پھر فرمایا کہ اس بارے میں اللہ کی پناہ کہ لوگ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلاف کا شکار ہوں۔ (مسند البزار ۱۸/ ۲۲۵)

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری کے دوران آنے والے زمانے میں پیش آنے والے کسی فتنے سے بچانے کی پیش بندی فرمارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے، تاکہ بعد میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور مسلمان کسی آزمائش سے دوچار نہ ہو جائیں، پھر اللہ کی طرف سے تسلی دے دی گئی کہ عالم بالا میں اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ خلافت کی امانت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالے کی جائے گی، تمام مسلمان اس قابل اعتماد انسان کو اپنا امانت دار خلیفہ چن لیں گے، اگر اس معاملے کو لکھا نہ بھی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

بعض لوگ بخاری وغیرہ کی ایک روایت کا سہارا لے کر غلط فہمیاں پھیلانے اور بڑھانے میں مصروف عمل ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ جس بیماری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ کیا، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس قلم دوات لاؤ، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے، مغالطہ یہ دیا جا رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کرنے دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتے ہوئے نہیں لکھوایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پانچ روز پہلے یہ فرمایا تھا کہ قلم دوات لاؤ، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید زحمت نہیں دی، کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ لکھوانا چاہتے تھے، جنہیں کہا گیا کہ یہاں سے اٹھ جاؤ۔

یہ بات بالکل غلط ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں لکھوانا چاہتے تھے، کیونکہ جس روز قلم دوات طلب فرمائی اس روز تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں اور ان کی منقبت میں ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جن میں ان کے اوصاف اور ان کے کمالات کا ذکر فرمایا، جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانا چاہتے تھے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا تھا، لہذا یہ اشکال اور مغالطہ ختم ہو

جاتا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کی دستاویز لکھوانا چاہتے تھے، علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں اس کی صراحت فرمادی ہے کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانا چاہتے تھے اس کو زبانی بیان فرمادیا۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

وَقَدْ خَطَبَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي يَوْمِ الْخَمِيسِ قَبْلَ أَنْ يُقْبَضَ عَلَيْهِ السلام بخمس أَيَّامٍ خُطْبَةً عَظِيمَةً بَيَّنَ فِيهَا فَضْلَ الصِّدِّيقِ من سَائِرِ الصَّحَابَةِ مَعَ مَا كَانَ قَدْ نَصَّ عَلَيْهِ أَنْ يَؤُمَّ الصَّحَابَةَ أَجْمَعِينَ،وَلَعَلَّ خُطْبَتَهُ هَذِهِ كَانَتْ عِوَضًا عَمَّا أَرَادَ أَنْ يَكْتُبَهُ فِي الكتاب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعرات کو رحلت سے پانچ دن پہلے ایک عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں تمام صحابہ کرام سے ہٹ کر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان فرمائی، باوجودیکہ اس پر نص آچکی تھی کہ وہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی امامت کروائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ اس چیز کے بدلے میں تھا جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قلم دوات منگوا کر لکھوانا چاہتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ ۵ /۲۴۸)

مسند البزار اور فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں واضح اشارہ دے دیا، ایک مقام پر کنایۃً بھی اس بات کا پتا چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس عظیم منصب کے تاجدار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے، جیسے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کسی بارے میں بات چیت کرتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ وہ پھر آئے، اس عورت نے کہا کہ اگر میں آؤں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پاؤں تو؟ گویا وہ عورت اشارہ کر رہی تھی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں تو پھر میں کیا کروں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ پھر تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آجانا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے دوران ہی اس عورت کو فرمایا تھا، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری کے دوران بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔

حضرت انس بن مالک کو قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم زکوٰۃ کس کے سپرد کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر کے سپرد کریں، ان کے بعد عمر کے سپرد کریں، ان کے بعد عثمان کے سپرد کریں۔ (مستدرک حاکم)

یہاں بھی اشارہ موجود ہے کہ جو کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں خود کرتے تھے ان کی رحلت کے بعد ان کاموں کی ذمہ داری ان لوگوں کے کاندھوں پر پڑے گی جو ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتے تھے، جن کے ساتھ رشتہ داریاں بھی تھیں اور جن پر اعتماد بھی تھا، ابو بکر سسر تھے، عمر سسر تھے، عثمان وعلی داماد تھے، رشتہ داری کے ساتھ ساتھ یہ لوگ تجربہ کار بھی تھے، بااعتماد بھی تھے، کار خلافت کا سنبھالنے کی ان میں صلاحیت موجود تھی۔

معجم طبرانی میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی سے کچھ اونٹ خریدے، ان اونٹوں کی قیمت نقد ادا نہیں کی، بلکہ ادھار لیے، رقم ادا کرنے کا اس سے وعدہ کر لیا، اس نے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون ادا کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر اور ان کے بعد عمر اور ان کے بعد عثمان ادا کرے گا۔

یہاں بھی ان لوگوں کو اسی ترتیب سے ذکر فرمایا جس ترتیب پر انہیں خلعت خلافت سے مزین کیا گیا، کہیں یہ اشارے ہیں، کہیں وضاحتیں ہیں اور کہیں کنائے ہیں۔

"الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ" میں ابو العباس محب الدین طبری حضرت ابو ہریرہ سے ایک روایت لائے ہیں کہ ایک یہودی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ قرض لیا، اس نے پوچھا اگر میں آؤں اور آپ نہ ملیں تو کس سے وصولی کروں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کو جواب دیا کہ ابو بکر کے پاس آجانا اور اس کے بعد عمر کے پاس آجانا۔ (بحوالہ خلفاء راشدین ص ۷۲)

جنت کی خوشخبری پانے والا صدیق

حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک باغ میں بیٹھے ہوئے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی جو پانی اور مٹی کے درمیان مار رہے تھے، پس اچانک ایک آدمی آیا جس نے باغ کا دروازہ کھلوایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لیے دروازہ کھول دو اور اسے جنت کی خوشخبری سنا دو، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس شخص کو یہ خوشخبری سنائی گئی وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اور انہیں جنت کی خوشخبری سنائی، پھر ایک اور آدمی آیا جس نے دروازہ

کھلوایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے لیے دروازہ کھول دو اوراسے جنت کی خوشخبری سنا دو، چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے ، میں نے ان کے لیے دروازہ کھولا اورانہیں جنت کی خوشخبری سنائی۔

ساری امت میں ابو بکر کا پلڑا بھاری

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فضائل الصحابہ میں حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت لائے ہیں، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْفَةً بَيْنَ يَدَيَّ، فَقُلْتُ: مَا هَذَا؟ قَالَ: بِلَالٌ، فَمَضَيْتُ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِ الْجَنَّةِ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ، وَذَرَارِيُّ الْمُسْلِمِينَ

میں جنت میں داخل ہوا (معراج کی رات) تو اپنے سامنے کسی کے قدموں کی آواز سنی، میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے ؟ فرمایا کہ یہ بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آواز ہے ، پھر میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جنت میں زیادہ تر فقیر اور مہاجر لوگ ہیں اور مسلمانوں کے بچے ہیں، پھر فرمایا کہ

ثُمَّ خَرَجْنَا مِنْ أَحَدِ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةِ، فَلَمَّا كُنْتُ عِنْدَ الْبَابِ أُتِيتُ بِكِفَّةٍ فَوُضِعْتُ فِيهَا وَ وُضِعَتْ أُمَّتِي فِي كِفَّةٍ، فَرَجَحْتُ بِهَا، ثُمَّ أُتِيَ بِأَبِي بَكْرٍ، فَوُضِعَ فِي كِفَّةٍ وَجِيءَ بِجَمِيعِ أُمَّتِي فَوُضِعَتْ فِي كِفَّةٍ، فَرَجَحَ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ أُتِيَ بِعُمَرَ، فَوُضِعَ فِي كِفَّةٍ وَجِيءَ بِجَمِيعِ أُمَّتِي فَوُضِعُوا، فَرَجَحَ عُمَرُ، وَعُرِضَتْ عَلَيَّ أُمَّتِي رَجُلًا رَجُلًا

ہم جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازے سے نکلے ،جب میں ایک دروازے پر تھا تو مجھے ترازو کا ایک پلڑا دیا گیا، جس میں مجھے رکھا گیا، دوسرے پلڑے میں میری امت کو رکھا گیا، پس میرے والا پلڑا جھک گیا، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، اسے ایک ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا گیا اور میری ساری امت کو لا کر ایک دوسرے پلڑے میں رکھا گیا، پس ابو بکر والا پلڑا جھک گیا، پھر عمر رضی اللہ عنہ کو لایا گیا، اسے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا گیا اور میری ساری امت کو لا کر دوسرے پلڑے میں رکھا گیا، تو عمر رضی اللہ عنہ والا پلڑا جھک گیا، میرے سامنے میری امت کے ایک ایک آدمی کو پیش کیا گیا۔

امامت صدیق پر شکر خدا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کے زمانے میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلیٰ امامت پر دیکھا تو خوش ہو کر اللہ کی تعریف کرنے لگے ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

كَشَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُتُورًا، أَوْ فَتَحَ بَابًا، فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَرَأَى النَّاسَ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ يُصَلُّونَ، فَسُرَّ بِذَلِكَ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ أَنَّهُ لَمْ يَمُتْ نَبِيٌّ حَتَّى يَؤُمَّهُ رَجُلٌ مِنْ أُمَّتِهِ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں رحلت فرمائی پردے ہٹائے یادروازہ کھولا تولوگوں کوابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدامیں نمازادا کرتے ہوئے دیکھاتوخوش ہو گئے اوراللہ کی یوں تعریف فرمائی کہ اللہ کے لیے تمام تعریفیں کہ اس کے نبی نے ابھی رحلت نہیں فرمائی کہ اس کی امت میں سے ایک آدمی امامت کے فرائض انجام دے رہاہے۔(فضائل الصحابہ)

فتنہ ارتداد کی روک تھام میں صدیقی کردار

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد جب مسلمانوں کی راہنمائی اور راہبری کا بیڑہ اٹھایاتوہر طرف فتنوں کاشور بپاہو گیاتھا،کچھ حرماں نصیب دین اسلام چھوڑ گئے ،انہوں نے اپنے اپنے مفاداتی محلات تعمیر کرنے شروع کیے ،ان کی سرکوبی کرنا اور عبرت ناک انجام سے دوچار کرناایک بڑاکام تھا، حضرت سیدناصدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بڑے حوصلے ،ہمت ، جرأت اوربسالت سے ان کا قلع قمع کیا،ان فتنوں کی وجہ سے دین اسلام کے اس سچے پاسبان اور باغبان کو سخت دلی صدمہ پہنچاتھا، حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَارْتَدَّتِ الْعَرَبُ، فَنَزَلَ بِأَبِي مَا لَوْ نَزَلَ بِالْجِبَالِ الرَّاسِيَاتِ لَهَاضَهَا، ارْتَدَّتِ الْعَرَبُ وَاشْرَأَبَّ النِّفَاقُ بِالْمَدِينَةِ، فَوَاللَّهِ مَا اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي نُقْطَةٍ إِلَّا طَارَ أَبِي بِحَظِّهَا وَعَنَائِهَا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب مرتد ہو گئے تھے ،میرے والد (حضرت ابو بکر) پر وہ کوہ غم ٹوٹا کہ اگر مضبوط پہاڑوں پر گرتاتوانہیں توڑ کرر کھ دیتا،یہ وہ وقت تھاجب عرب مرتد ہو گئے تھے ، مدینہ میں منافقت پھیل گئی تھی ،اللہ کی قسم !لوگوں میں سے کوئی شخص اگر ایک نقطے کا بھی اختلاف کرتاتومیرے والد دوڑ کر وہاں پہنچتے اوراسے حاصل کرتے۔(فضائل صحابہ لاحمد بن حنبل رحمہ اللہ)

صدیق رضی اللہ عنہ کی بلند آہنگی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدا میں ایمان لانے والے خوش نصیبوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شامل تھے، آپ طاقتور بھی تھے، قوی بھی تھے، صاحب عزوجاہ بھی تھے، لوگوں میں آپ کا اثر ورسوخ بھی تھا، اسلام کا نور پھیلنا شروع ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توحیدی اور ایمانی سرگرمیاں پھیلنے لگیں، مسلمانوں کا دائرہ وسعت اختیار کرنے لگا تو کافروں کو سخت تکلیف پہنچنی شروع ہو گئی تھی، جس پر وہ دانت پیستے تھے اور مسلمانوں میں جوان کے سامنے آتا اسے سبق سکھاتے تھے، خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو زدکوب کیا گیا، اونٹ کی گندی اوجھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر لادی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی گئیں، ایسے میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ بچے تھے، وہ ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کی سکت اور ہمت نہیں رکھتے تھے، اس دور میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جو اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یمین ویسار رہ کر کافروں کا نہ صرف مقابلہ کرتے تھے بلکہ ان کے سینے پر مونگ دَلتے تھے، جب اپنی شبانہ روز مساعی سے لوگوں کو قائل کر کے دائرہ اسلام میں داخل کر دیتے تھے، ایک دن کافروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف پہنچائی، جس کا ذکر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے، فرماتے ہیں

قَدْ ضَرَبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً حَتَّى غُشِيَ عَلَيْهِ، فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ فَجَعَلَ يُنَادِي: وَيْلَكُمْ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولُ رَبِّيَ اللَّهُ [غافر ۲۸] ؟ قَالُوا: مَنْ هَذَا؟ قَالُوا: هَذَا ابْنُ أَبِي قُحَافَةَ

کافروں نے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مارا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو گئے، اس منظر کو دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور بلند آہنگی سے آواز دی، اے تمہاری بربادی! کیا تم ایسے شخص کو مارتے ہو جس کا قصور اور جرم صرف اتنا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، کافروں نے پوچھا کہ یہ بلند آہنگی سے آواز دینے والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ابو قحافہ کا بیٹا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں صدیق کی صالحیت کا تذکرہ

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ایک خواب کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے، اس خواب میں ایک نیک شخص کا ذکر کیا،

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ سنا تو اپنے دلوں میں خیال کرنے لگے کہ اس نیک آدمی سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خواب یوں بیان کیا کہ

رَأَيْتُ دَلْوًا هَبَطَ مِنَ السَّمَاءِ فَشَرِبَ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ عَشْرَ جُرَعٍ، ثُمَّ نَاوَلَهُ أَبَا بَكْرٍ، فَشَرِبَ مِنْهُ جُرْعَتَيْنِ وَنِصْفٍ، ثُمَّ نَاوَلَهُ عُمَرَ فَشَرِبَ مِنْهُ عَشْرَ جُرَعٍ وَنِصْفٍ، ثُمَّ نَاوَلَهُ عُثْمَانَ فَشَرِبَ مِنْهُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ جُرْعَةً وَنِصْفَ جُرْعَةٍ، ثُمَّ رُفِعَ الدَّلْوُ إِلَى السَّمَاءِ

میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک ڈول آسمان کی طرف سے اترا، اس میں سے اللہ کے رسول نے دس گھونٹ پیے، پھر وہ ڈول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تھمادیا انہوں نے اس میں سے ڈھائی گھونٹ پیے، پھر انہوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو وہ ڈول تھمادیا انہوں نے اس میں سے ساڑھے دس گھونٹ پیے، انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو وہ ڈول تھمادیا انہوں نے اس میں سے ساڑھے بارہ گھونٹ پیے، پھر وہ ڈول آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔

یہاں چونکہ تعبیرات کا ذکر نہیں کر رہا ہوں ورنہ کوئی معبر بتا سکتا ہے کہ اس خواب میں قریب قریب ان حضرات کی مدتہائے خلافت کی طرف اشارہ موجود ہے، ہاں البتہ یہاں ایک رجل صالح یعنی نیک آدمی کا ذکر کیا گیا ہے، حالانکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نیک تھے، نیکی میں حریص تھے، نیکی میں سبقت کرنے والے تھے، نیکی کی راہ بتانے والے تھے، نیکی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے، مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی، اس لیے یہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں ان کا اس طرح ذکر کیا گیا۔

دنیا اور حشر میں صدیق ساتھ

دنیا کس قدر ظالم ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دستِ راست، ان کے یارِ غار، ان کے صاحبِ مزار کے درمیان تفریق اور جدائی ڈالنے کی ناروا کوشش کرتی ہے، حالانکہ ابو بکر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے بھی ان کے ساتھ تھے، نبوت ملنے کے بعد جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے کے لیے دلائل اور معجزات کا مطالبہ کرتے تھے صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت آنکھیں بند کر کے اپنے دوست کی تصدیق کرتے چلے جاتے تھے، آپ دنیا میں بھی سنگ رہے اور میدان محشر میں بھی سنگ رہیں گے اور جنت میں بھی یہ رفاقت نبھائیں گے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ

دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ وَأَبُو بَكْرٍ عَنْ يَمِينِهِ، وَعُمَرُ عَنْ يَسَارِهِ، وَهُوَ مُتَّكِئٌ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ: «هَكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب حضرت عمر تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کا سہارا لیے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم قیامت کے دن بھی اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

جنتیوں کو گالی دینے پر خاموشی کیوں؟

حضرت صدقہ بن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے دادا ریاح بن حارث نے بتایا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کی بڑی مسجد میں تشریف فرما تھے، ان کے دائیں اور بائیں کوفہ والے بیٹھے ہوئے تھے، سعید بن زید نامی ایک شخص آیا، جس کا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے تپاک سے استقبال کیا، اسے اپنی چارپائی پر پائنتی والی جانب بٹھایا، پھر کوفہ والوں میں سے ایک شخص آیا، وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ملا جس نے گالیوں کی بوچھاڑ کر دی، (صحابہ کرام کو گالیاں دینے لگا) سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے تین بار حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے مغیرہ! یہ گالیاں دینے والا شخص کون ہے؟ آپ کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دی جا رہی ہیں اور آپ انکار کرتے ہیں اور نہ ہی آپ کے چہرے پر کوئی تبدیلی آتی ہے، میرے کانوں نے جو کچھ سنا اور میرے دل نے جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محفوظ کیا میں اس پر گواہ ہوں، میں کسی قسم کی جھوٹی بات نقل نہیں کر رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ جنتی ہے، عمر رضی اللہ عنہ جنتی ہے، عثمان رضی اللہ عنہ جنتی ہے، علی رضی اللہ عنہ جنتی ہے، طلحہ رضی اللہ عنہ جنتی ہے، زبیر رضی اللہ عنہ جنتی ہے، عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنتی ہے، سعد بن مالک رضی اللہ عنہ جنتی ہے، اگر نویں جنتی کا تم چاہتے ہو تو نام بتا دوں مسجد والے بے قرار ہو کر اسے قسمیں دینے لگے، اے صاحبِ رسول! بتاؤ نواں کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نواں ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دسویں ہیں۔ (فضائل الصحابہ)

نماز میں صدیق اکبر کا خشوع و خضوع

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں تمام عمدہ صفات کو شمار کرتے چلے جائیں تو ختم نہیں ہو سکتیں، حروف تہجی کے لحاظ سے ایک ایک حرف کو ساتھ ملا کر اگر ان کے عمدہ خصائل بیان کرنا شروع کریں تو حروف ختم ہو جائیں گے، ان کی ترتیب الٹ جائے گی، مگر صدیقی صفات اور خصائل ختم نہیں ہوں گے، ان کے سری اور جہری اعمال قابل رشک تھے، مگر عبادات میں اہم ترین عبادت نماز ہے، جس کے بارے میں

فرمایا گیا ہے کہ یوں رب کی عبادت کرو جیسا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر ایسا خیال پیدا نہ ہو تو یوں سمجھو کہ وہ باریک بین ذات تمہیں دیکھ رہی ہے، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز کے بارے میں دیکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ انتہائی خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

كَانَ ابْنُ الزُّبَيْرِ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ كَأَنَّهُ عُودٌ لَا يَتَحَرَّكُ، وَحُدِّثْتُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ كَذَلِكَ، قَالَ: وَكَانَ يُقَالُ: ذَلِكَ الْخُشُوعُ (فضائل الصحابہ)

جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو ایسے دکھائی دیتے جیسے ایک لکڑی کھڑی ہے کسی قسم کی حرکت نہیں کرتے تھے، مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے کہ وہ بھی اسی طرح خشوع و خضوع کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے کہ ذرا بھی حرکت نہیں کرتے تھے، اسی خشوع کہا جاتا تھا۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ اہل مکہ عام طور پر یوں کہا کرتے تھے کہ جریج نے طریقہ نماز عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے لیا، عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لیا، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا، اس روایت میں ابن جریج رضی اللہ عنہ کی نماز کی تعریف کی گئی ہے۔ مگر جن سے ان تک یہ نماز پہنچی ان کی نماز کا عالم کیا ہو گا۔

عظیم الشان امام اور عظیم الشان مقتدی

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ نے یہ نرالی شان عطا فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی بیماری کے دوران مصلیٰ کا امام بنایا، مگر اس وقت صدیق رضی اللہ عنہ کی شان کو کس قدر چار چاند لگ جاتے ہیں جب صدیق رضی اللہ عنہ امامت کے مصلیٰ پر امام بن کر نماز پڑھا رہے تھے اور ساری کائنات کے امام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے مقتدی بن کر نماز ادا فرما رہے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ

صَلَّى أَبُو بَكْرٍ بِالنَّاسِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ (فضائل الصحابہ لاحمد)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اس حال میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صف میں موجود تھے ۔

جہاں مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم وہاں خادم مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سچے عاشق رسول تھے ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ کرتے دیکھتے تھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے ،وہ کسی مطیع اور فرمان بردار کی طرح کوشش کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہیں، صدیق رضی اللہ عنہ کا مال بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کام آتا رہے اور صدیق رضی اللہ عنہ کی جان بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کام آتی رہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت قتادہ کو بتایا کہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار احد پہاڑ پر چڑھے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی پیروی کرتے ہوئے احد پہاڑ پر چڑھ گئے، احد پہاڑ کانپنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پہاڑ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اسْكُنْ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ(فضائل الصحابہ لاحمدبن حنبل)

ٹھہر جا، تیری پشت پر ایک نبی ہے، ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار احد پہاڑ اس وقت تھر تھرانے لگا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ احد پہاڑ کے اوپر موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

اثْبُتْ أُحُدُ، مَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ(فضائل الصحابہ)

ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حراء میں تھے کہ ایک چٹان نے حرکت کی ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا: رک جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور ایک شہید ہے، اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ موجود تھے۔(فضائل الصحابہ)

امام احمد بن حنبل کی "فضائل الصحابہ" میں دوسری روایت میں ان حضرات کے علاوہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔

امتِ مصطفوی کا پہلا جنتی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

أَتَانِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَخَذَ بِيَدِي، فَأَرَانِي بَابَ الْجَنَّةِ الَّذِي تَدْخُلُ مِنْهُ أُمَّتِي» ، فَقَالَ: أَبُو بَكْرٍ: وَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنِّي كُنْتُ مَعَكَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَيْهِ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا إِنَّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي

میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے، پھر میرا ہاتھ تھام لیا، مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، یارسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسے دیکھوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! آپ وہ ہیں جو میری امت میں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (فضائل الصحابہ، لاحمد بن حنبل)

امانت دار، زاہد شب بیدار

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسے امیر بنایا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنْ تُؤَمِّرُوا أَبَا بَكْرٍ تَجِدُوهُ أَمِينًا زَاهِدًا فِي الدُّنْيَا، رَاغِبًا فِي الْآخِرَةِ، وَإِنْ تُؤَمِّرُوا عُمَرَ تَجِدُوهُ قَوِيًّا أَمِينًا لَا يَخَافُ فِي اللَّهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ، وَإِنْ تُؤَمِّرُوا عَلِيًّا وَلَا أَرَاكُمْ فَاعِلِينَ تَجِدُوهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا يَأْخُذُ بِكُمُ الطَّرِيقَ الْمُسْتَقِيمَ (فضائل الصحابہ)

اگر تم ابو بکر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو اسے امانت دار اور دنیا سے بے رغبت پاؤ گے، آخرت میں رغبت کرنے والا پاؤ گے، اگر تم عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے تو اسے تم مضبوط اور امانت دار پاؤ گے، وہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرے گا، اگر تم علی رضی اللہ عنہ کو امیر بناؤ گے، میرا نہیں خیال کہ تم ایسا کرو گے مگر تم اسے ھادی مھدی پاؤ گے، وہ تمہیں سیدھے راستے پر چلائے گا۔

صدیق کو گالی دینے والے پر بھڑوں کی یلغار

ابو المحیات رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایک آدمی نے بتایا کہ

خَرَجْتُ فِي سَفَرٍ مَعَنَا رَجُلٌ يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، فَنَهَيْنَاهُ، فَلَمْ يَنْتَهِ، فَخَرَجَ لِيَقْضِيَ حَاجَتَهُ، فَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ الدُّبُرُ، يَعْنِي: الزَّنَابِيرُ، فَاسْتَغَاثَ، فَأَغَثْنَاهُ، فَحَمَلَتْ عَلَيْنَا حَتَّى تَرَكْنَاهُ، فَمَا أَقْلَعَتْ عَنْهُ حَتَّى قَطَّعَتْهُ (فضائل الصحابہ لاحمدبن حنبل)

میں سفر پر نکلا، ہمارے ساتھ ایک آدمی بھی تھا، جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا تھا، ہم اسے منع کرتے تھے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کو گالی نہ دے، مگر وہ اس قدر ڈھیٹ تھا کہ باز نہیں آرہا تھا، اس کے بعد وہ قضائے حاجت کے لیے گیا، اس کی سُرین پر بھڑوں نے حملہ کر دیا، اس نے فریاد کی، ہم اس کی فریاد کو پہنچے، ان بھڑوں نے ہم پر بھی حملہ کر دیا، ہم نے اسے پھر یونہی چھوڑ دیا، وہ بھڑیں اس سے اس وقت تک جدا نہیں ہوئیں جب تک کہ اسے انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر دیا۔

صدیق رضی اللہ عنہ نرم دل انسان ہیں

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نرم دل انسان تھے، ان کی نرمی کی گواہی ان کی بیٹی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس وقت دے چکی ہیں جب بیماری کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نماز کا حکم دے رہے تھے تو وہ فرما رہی تھیں کہ میرے والد بہت نرم دل آدمی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کی نرمی کا ذکر فرمایا ہے، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فِي السَّمَاءِ مَلَكَانِ، أَحَدُهُمَا يَأْمُرُ بِالشِّدَّةِ، وَالْآخَرُ يَأْمُرُ بِاللِّينِ، وَكُلٌّ مُصِيبٌ: أَحَدُهُمَا جِبْرِيلُ، وَالْآخَرُ مِيكَائِيلُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، وَنَبِيَّانِ أَحَدُهُمَا يَأْمُرُ بِاللِّينِ، وَالْآخَرُ يَأْمُرُ بِالشِّدَّةِ، وَكُلٌّ مُصِيبٌ إِبْرَاهِيمُ وَنُوحٌ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ، وَلِي صَاحِبَانِ، أَحَدُهُمَا يَأْمُرُ بِاللِّينِ، وَالْآخَرُ يَأْمُرُ بِالشِّدَّةِ، وَكُلٌّ مُصِيبٌ ، وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. فضائل الصحابہ لاحمدبن حنبل

آسمان میں دو فرشتے ہیں، ان میں ایک سختی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا نرمی کا، دونوں ہی ٹھیک ہیں، ان میں ایک جبریل ہیں اور دوسرے میکائیل ہیں، اور دو نبی ہیں، ان میں ایک نرمی کا حکم دیتا ہے اور دوسرا سختی کا، دونوں

ہی ٹھیک ہیں، ایک ابراہیم علیہ السلام ہیں اور دوسرے نوح علیہ السلام ہیں، اسی طرح میرے دوساتھی ہیں، ان میں سے ایک نرمی کا کہتا ہے اور دوسرا سختی کا، دونوں ہی ٹھیک ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا۔

نبوت کے لیے کان اور آنکھیں

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کان اور اپنی آنکھیں قرار دیا، فرمایا

أَبُوبَكرٍوَّعُمَرُمِنِّي كَمَنزِلَةِالسَّمعِ وَالبَصَرِمِنَ الرَّأسِ (ابونعیم ،فضائل الصحابہ للنسائی،)

ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ میرے لیے سر میں موجود کان اور آنکھ کی طرح ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ میرے لیے ایسے ہیں جیسے میرے سر میں میری آنکھیں، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میرے لیے ایسے ہیں جیسے میرے منہ میں میری زبان ہے، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میرے لیے ایسے ہیں جیسے میرے جسم میں میری روح ہے (فضائل صحابہ امام نسائی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أَبُو بَكرٍ وَّعُمَرُ مِنِّي بِمَنزِلَةِ هَارُونَ مِن مُّوسىٰ (تاریخ بغداد،خطیب بغدادی)

ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ میرے لیے ایسے ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

أبو بكر مني وأنا منه، وأبو بكر أخي في الدنيا والآخرة (فضائل الصحابہ للنسائی)

ابو بکر مجھ سے ہیں اور میں ابو بکر سے ہوں، ابو بکر دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

وزارت وخلافت کی پیشین گوئی

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فضائل الصحابہ" میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے، جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

أَبُو بَكرٍ الصِّدِّيقُ وَزِيرِي وَخَلِيفَتِي عَلَى أُمَّتِي مِن بَعدِي، وَعُمَرُ يَنطِقُ عَلَى لِسَانِي، وَعَلِيٌّ اِبنُ عَمِّي وَأَخِي وَحَامِلُ رَايَتِي، وَعُثمَانُ مِنِّي وَأَنَا مِن عُثمَانَ(الطبرانی فی الکبیر،الکامل لابن عدی، فضائل الصحابہ لنسائی)

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرا وزیر ہے اور میرے بعد میری امت کا خلیفہ ہو گا، عمر رضی اللہ عنہ میری زبان پر بولتا ہے، علی رضی اللہ عنہ میرا اچچازاد ہے، میرا بھائی ہے، میرا علمبر دار ہے، عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے اور میں عثمان سے ہوں۔

امتِ مصطفوی پر مہربان و شفیق

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

أَبُو بَكرٍ أَرأَفُ أُمَّتِي وَأَرحَمُهَا، وَعُمَرُ خَيرُ أُمَّتِي وَأَعدَلُهَا، وَعُثمَانُ بنُ عَفَّانَ اَحيٰى أُمَّتِي وَأَكرَمُهَا، وَعَلِيُّ بنُ أَبِي طَالِبٍ أَلَبُّ أُمَّتِي وَاَشجَعُهَا، وَعَبدُ اللهِ بنُ مَسعُودٍ أَبَرُّ أُمَّتِي وَآمَنُهَا، وَأَبُوذَرٍّ أَزهَدُ أُمَّتِي وَأَصدَقُهَا، وَأَبُو الدَّردَاءِ أَعبَدُ أُمَّتِي وَأَتقَاهَا، وَمُعَاوِيَةُ بنُ أَبِي سُفيَانَ أَحكَمُ أُمَّتِي وَأَجوَدُهَا(ابن عساکر،فضائل الصحابہ للنسائی)

ابو بکر رضی اللہ عنہ میری امت میں سب سے زیادہ مہربان اور شفیق ہیں، عمر رضی اللہ عنہ میری امت میں بہترین اور انصاف کرنے والے ہیں، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میری امت میں سب سے زیادہ حیادار اور شریف انسان ہیں، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ میری امت میں سب سے زیادہ دانشمند اور بہادر ہیں، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میری امت میں سب سے زیادہ نیک ہیں، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ میری امت میں سب سے زیادہ زاہد اور سچے انسان ہیں، ابودرداء رضی اللہ عنہ میری امت میں سب سے زیادہ عبادت گزار اور متقی ہیں، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ میری امت میں سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے اور سخی ہیں۔

صدیق ارضی و سماوی مخلوقات میں سب سے بہترین

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أَبُو بَكرٍ وَّعُمَرُ خَيرُ الأَوَّلِينَ وَخَيرُ أَهلِ السَّمٰوٰاتِ وَخَيرُ أَهلِ الأَرضِ، إِلَّا النَّبِيِينَ وَ المُرسَلِينَ

ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ پہلوں میں بہترین لوگ ہیں، آسمان اور زمین والوں میں بہترین لوگ ہیں، سوائے انبیاء اور مرسلین کے۔(فضائل صحابہ للنسائی، حاکم، کامل

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد بہترین قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہاں وہ میرے بعد بہترین ہیں مگر نبی نہیں۔(طبرانی فی الکبیر، الکامل لابن عدی، فضائل الصحابہ)

خلیفہ بلافصل صدیق ہیں

کس قدر ناانصافی ہے کہ نصوص سے ہٹ کر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل کہہ کر امت مسلمہ کے اجماعی عقیدے کے بخیے ادھیڑے جاتے ہیں، امت میں افتراق اور انتشار کے بیج بوئے جاتے ہیں، حالانکہ نصوص میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی طرف اشارہ ملتا ہے، ان کا ہمہ وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا، ہر مشکل گھڑی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر گیری کرنا، نبوت کے کام کو اچھی طرح سمجھنا یہ حصہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقدر میں ہی لکھا گیا تھا، حضرت علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَتَانِي جِبرِيلُ فَقُلتُ: مَن يُّهَاجِرُ مَعِي قَالَ: أَبُو بَكرٍ، وَهُوَ يَلِي أُمَّتَكَ بَعدَكَ، وَهُوَ أَفضَلُ أُمَّتِكَ

جبریل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے، میں نے ان سے پوچھا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا، تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا: آپ کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہجرت کریں گے، اور ابو بکر وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد آپ کی امت کے ساتھ متصل ہوں گے، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سب سے بہتر آدمی ہیں۔ (دیلمی)

مردانِ امت محمدی میں سب سے زیادہ محبوب

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أَحَبُّ النِّسَاءِ إِلَيَّ عَائِشَةُ، وَمِنَ الرِّجَالِ أَبُوهَا (بخاری ومسلم)

عورتوں میں مجھے سب سے زیادہ عائشہ محبوب ہیں اور مردوں میں سب سے زیادہ محبوب عائشہ کے والد ابو بکر ہیں۔

چاریاروں کا انتخاب لاجواب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ اللهَ إِختَارَ أَصحَابِي عَلَى جَمِيعِ العَالَمِينَ سِوَى النَّبِيِّينَ وَالمُرسَلِينَ، وَاختَارَ لِي مِن أَصحَابِي أَربَعَةً فَجَعَلَهُم خَيرَ أَصحَابِي وَفِي كُلِّ أَصحَابِي خَيرٌ: أَبُو بَكرٍ وَّعُمَرُ وَعُثمَانُ وَعَلِي. وَاختَارَ أُمَّتِي عَلَى سَائِرِ الأُمَمِ فَبَعَثَنِي فِي خَيرِ قَرنٍ ثُمَّ الثَّانِي ثُمَّ الثَّالِثُ تَترَى ثم الرابع فرادى(ابونعيم،خطيب ، ابن عساكر،فضائل الصحابه للنسائى)

بے شک اللہ نے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تمام جہان والوں پر چن لیا ہے، سوائے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے، میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے میرے لیے چار کو چن لیا ہے، پھر انہیں میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بہتر قرار دیا ہے، حالانکہ میرے سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں خیر ہی خیر ہے، یہ چار ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ ہیں، میری امت کو اللہ نے ساری امتوں پر چن لیا ہے، مجھے اللہ نے تمام زمانوں میں سے بہترین زمانے میں مبعوث فرمایا ہے، پھر دوسرا، پھر اس کے بعد تیسرا، پھر اس کے بعد چوتھا۔

ابو بکر سے خطا کا صدور کیونکر ہو سکتا ہے

کچھ لوگوں نے آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مظالم کیے، ان کے حقوق پائمال کیے، ان کے حقوق چھینے، ان کو ان کی وراثت سپرد نہیں کی، اپنی اپنی جگہ پر علماء امت نے ان الزامات، اتہامات اور بہتان تراشیوں کے تسلی بخش جواب دیے ہیں، مگر حضرت معاذ بن جبل کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يَكرَهُ فِي السَّمَاءِ أَن يخطَأَ أَبُو بَكرٍ الصِّدِّيقُ

بے شک اللہ آسمانوں میں اس بات کو پسند ہی نہیں کرتے کہ ابو بکر صدیق سے خطا کا صدور ہو۔(فضائل الصحابہ لامام النسائی)

جب اللہ کسی پر مہربان ہو جاتا ہے تو وہ اس کی پل پل حفاظت کرتا ہے، اس سے ایسے کام نہیں ہونے دیتا جو اسے پسند نہ ہوں، اللہ ابو بکر صدیق سے خطا کے صدور کو ناپسند کرتے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ بی بی فاطمہ پر ظلم کریں، وہ ان کے حقوق غصب کریں۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ خاص آدمی ہیں

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إِنَّ لِكُلِّ نَبِي خَاصَّةٌ مِّن أَصحَابِهِ،وَإِنَّ خَاصَّتِي مِن أَصحَابِي أَبُو بَكرٍ وَّعُمَرُ

بے شک ہر نبی کے لیے اس کے ساتھیوں میں سے کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں، میرے صحابہ میں سے خاص الخاص ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔(طبرانی)

ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان اور نبوت کے کان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کس درجے شان بیان فرمائی، اسے احادیث کی کتابوں میں دیکھا، سنا اور پڑھا جا سکتا ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس درجہ محبت تھی کہ ایک دن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے کہ حسان تم بہت اشعار کہتے ہو، ذرا یہ تو بتاؤ کہ کیا تم نے میرے ابو بکر کے بارے میں بھی کوئی بات اشعار کی زبان میں کہی ہے، حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں میں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں اشعار کہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سناؤ میں سنوں گا، اس پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بے ساختہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ اشعار کہے۔

وَثانِيَ اِثنَينِ فِي الغارِ المَنيفِ وَقَد ... طافَ العَدُوُّ بِهِ إِذ صاعَدَ الجَبَلا

وَكانَ حِبَّ رَسولِ اللَهِ قَد عَلِموا ... مِنَ البَرِيَّةِ لَم يَعدِل بِهِ رَجُلا

وہ غار ثور میں دو میں سے دوسرا تھا، جب وہ دونوں پہاڑ پر چڑھے تو دشمن نے ان کا طواف کیا، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے، یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ مخلوق میں کوئی بھی ان کے ہم پلہ نہیں ہے۔

یہ اشعار سنتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچلیاں دکھائی دینے لگیں اور فرمانے لگے کہ اے حسان! تو نے سچ کہا ہے۔(الکامل لابن عدی، ابن عساکر)

جنت کے پھل کھانے والا ابو بکر

حضرت حنان بن سدیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے سنا، کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا

إِنَّكَ تَسأَلُنِي عَنْ رَجُلَيْنِ، قَدْ أَكَلَا مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ (فضائل الصحابة للدارقطني)

تو مجھ سے ان دو آدمیوں کے بارے میں پوچھتا ہے جنہوں نے جنتی پھل کھایا ہے۔

خاتمہ: اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق اور کرم سے تفصیل کے ساتھ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور مناقب بیان کیے گئے ہیں، ان میں ہم نے قرآنی آیات سے استدلال پیش کیا، حضرات مفسرین کرام کے ارشادات کی روشنی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان ومنقبت واضح کی، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں اہل فکر و نظر کے سامنے یہ بات رکھنے کی کوشش کی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کوئی معمولی انسان نہیں ہیں، جن کے لیے آسمانوں سے سلام آئیں، جن کی معیت اختیار کرنے کے لیے ساری کائنات کے سردار، دوجہاں کے والی، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود چل کر ان کے درِ دولت پر پہنچے، جن کے سارے گھرانے نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اپنی خدمات پیش کیں، جن کے احسانات کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ہی ابو بکر صدیق کے احسانات کا بدلہ دے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان عظیم ہستیوں کی شرعی عظمتوں کا خیال رکھنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے، آمین بحرمۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی (اللہ اس کی خطائیں معاف کر دے)

۱۱ اپریل ۲۰۱۵ء

جامعہ رشیدیہ۔ غوث گارڈن فیز 2، جی ٹی روڈ، مناواں لاہور

ماخذ اور مراجع

عربی تفاسیر

جامع البیان فی تأویل القرآن ------------------------------ محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ

احکام القرآن للجصاص ------------------- احمد بن علی ابو بکر الرازی الجصاص الحنفی رحمۃ اللہ علیہ

الکشف والبیان عن تفسیر القرآن -------------- ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبی رحمۃ اللہ علیہ

احکام القرآن -- ابو بکر البیہقی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

لطائف الاشارات (تفسیر قشیری) ------------- عبد الکریم بن ھوازن بن عبد الملک قشیری رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر القرآن --------------- ابو المظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار المروزی، السمعانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر الراغب -- ابو القاسم حسین بن محمد رحمۃ اللہ علیہ

معالم التنزیل فی تفسیر القرآن --------------- ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

الکشاف عن حقائق غواض التنزیل -------- ابو القاسم محمود بن عمرو بن احمد جار اللہ الزمخشری رحمۃ اللہ علیہ

زاد المسیر فی علم التفسیر ------------- ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

مفاتح الغیب یعنی تفسیر کبیر --------- ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی رحمۃ اللہ علیہ

الجامع لاحکام القرآن ----------- ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر شمس الدین قرطبی رحمۃ اللہ علیہ

البحر المحیط فی التفسیر ------------ ابو حیان محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

تفسیر القرآن العظیم ---------- ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی البصری الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

غرائب القرآن ورغائب الفرقان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نظام الدین الحسن بن محمد بن نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر در منثور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبد الرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
الفواتح الالٰہیہ والمفاتح الغیبیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نعمت اللہ بن محمود رحمۃ اللہ علیہ
روح البیان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو الفداء اسماعیل حقی بن مصطفےٰ الاستانبولی الحنفی الخلوتی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر مظہری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر فتح القدیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی الیمنی رحمۃ اللہ علیہ
روح المعانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شہاب الدین محمود بن عبد اللہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر المنار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ رشید بن علی رضا بن محمد شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر المراغی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ احمد بن مصطفےٰ مراغی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر الوسیط۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شیخ محمد سید طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر جواہر الحسان فی تفسیر القرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد بن مخلوف الثعالبی رحمۃ اللہ علیہ

اردو تفاسیر

تفسیر معارف القرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر معارف القرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر بیان القرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر قرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ قرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ قرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا فتح محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر تیسیر القرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ

کتب حدیث

بخاری شریف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ
مسلم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو الحسن مسلم بن الحجاج قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ
ترمذی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک الترمذی رحمۃ اللہ علیہ
ابو داوٗد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو داود سلیمان بن الاشعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ
نسائی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علي الخراسانی ، النسائی رحمۃ اللہ علیہ
ابن ماجہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی رحمۃ اللہ علیہ
موطاامام مالک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مالک بن انس بن مالک بن عامر الاَصبحی المدنی رحمۃ اللہ علیہ
مسند احمد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ھلال بن اسد الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ
مصنف عبد الرزاق۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابو بکر عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ
مصنف ابن ابی شیبہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابو بکر بن ابی شیبہ ، عبد اللہ بن محمد بن إبراھیم رحمۃ اللہ علیہ
سنن الدارمی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ أبو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی رحمۃ اللہ علیہ
مسند البزار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ أبو بکر أحمد بن عمرو بن عبد الخالق المعروف بالبزار رحمۃ اللہ علیہ
سنن کبریٰ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابو عبد الرحمن أحمد بن شعیب بن علي الخراسانی، النسائی رحمۃ اللہ علیہ
معجم طبرانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سلیمان بن أحمد بن أیوب بن مطیر اللخمی، شامی رحمۃ اللہ علیہ
سنن دار قطنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علی بن عمر بن أحمد بن مھدی بن مسعود بن النعمان الدارقطنی رحمۃ اللہ علیہ
مستدرک حاکم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدویہ رحمۃ اللہ علیہ
کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت مولانا علامہ متقی ہندی رحمۃ اللہ علیہ
مشکوٰۃ المصابیح۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت الشیخ ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ
جامع الاحادیث۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
معجم ابن عساکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ثقۃ الدین، ابو القاسم علی بن الحسن المعروف بابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ

شروحات حدیث

فتح الباری ــــــ احمد بن علی بن حجر أبو الفضل العسقلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ
عمدۃ القاری ــــــ محمود بن أحمد بن موسی الحنفی بدر الدین العینی رحمۃ اللہ علیہ
الفتح الکبیر فی الضم الزیادہ الی جامع الصغیر ــــــ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ
مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ــــــ علی بن محمد، ابو الحسن نور الدین الملا الهروی القاری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ

البدایہ والنھایہ ــــــ علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ
الکامل فی التاریخ ــــــ ابو الحسن علی بن ابی الکریم محمد بن محمد بن عبد الکریم بن اثیر رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ بغداد ــــــ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی المعروف خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
الطبقات الکبریٰ ــــــ علامہ محمد سعد رحمۃ اللہ علیہ
معجم الصحابہ ــــــ ابو القاسم عبد اللہ بن محمد بن عبد العزیز بن مرزُبان بغوی رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ دمشق ــــــ علی بن حسن بن ھبۃ اللہ بن عبد اللہ الشافعی ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ الخلفاء ــــــ عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
ابو بکر الصدیق اول الخلفاء الراشدین ــــــ علامہ محمد رضا رحمۃ اللہ علیہ

عام کتب

فضائل الصحابہ ــــــ ابو عبد اللہ امام احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال شیبانی رحمۃ اللہ علیہ
فضائل الصحابہ ــــــ ابو عبد الرحمن بن احمد بن شعیب بن علی النسائی رحمۃ اللہ علیہ
فضائل الصحابہ ــــــ علی بن عمر بن احمد بن مھدی بن مسعود بن نعمان الدار قطنی رحمۃ اللہ علیہ
الاصابہ فی تمیز الصحابہ ــــــ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
تحفۃ الصدیق فی فضائل ابی بکر الصدیق ــــــ امیر ابو الحسن علی بن بلبان بن عبد اللہ حنفی رحمۃ اللہ علیہ
الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ــــــ ابو العباس محب الدین الطبری رحمۃ اللہ علیہ
لروض الانیق فی فضل الصدیق ــــــ عبد الرحمن بن ابی بکر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
عقائد الاسلام ــــــ شیخ المحدثین مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
خلافتِ راشدہ ــــــ شیخ المحدثین مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

خلفاء راشدین۔۔مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہفت روزہ دعوت لاہور۔۔زیر اہتمام تنظیم اہل سنت پاکستان

خلفاء راشدین۔۔۔مرتبہ علامہ خالد محمود پی ایچ ڈی لندن

عبقات۔۔مرتبہ علامہ خالد محمود پی ایچ ڈی لندن